SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, April 06, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at five minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ
اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾

ترجمہ: مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی
سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکٰوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ
وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی، یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔

(سورۃ التوبۃ آیت ۷۱)

Panel of Presiding Officers

Mr. Chairman: In pursuance of Sub Rule(1) of Rule 14 of the Rules of Procedure and conduct of Business in the Senate, 1988, I nominate the following Members in order of precedence to

form a panel of Presiding Officers for the 60th session of the Senate of Pakistan.

1. Senator Dr. Khatu Mal.
2. Senator Muhammad Talha Mahmood.
3. Senator Pervaiz Rashid.

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین : Leave applicationsچوہدری شجاعت حسین صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 59th اجلاس کے دوران مورخہ ۱۹ تا ۲۵ مارچ اور ۲۹مارچ تا ۲ اپریل شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیاآپ ان کی رخصت منظور فرماتےہیں ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عدنان خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 59th اجلاس کے دوران مورخہ یکم اپریل کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے ، اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ، کیارخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب حاجی غلام علی صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 59th اجلاس کے دوران مورخہ یکم اور دو اپریل کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیارخصت منظور ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: آپ پشاور میں بم دھماکہ میں شہید ہونے والوں کے لیے دعا کے لیے کہہ رہے،ہیں ؟ ٹھیک ہے دعا کر لیں۔ جی مولانا گل نصیب صاحب دعا کرائیں۔

(مولانا گل نصیب صاحب نے دعائے مغفرت کرائی)

جناب چیئرمین: جی ڈار صاحب۔

Motion for Suspension of Question Hour

Senator Mohammad Ishaq Dar: Mr Chairman in line with the decision of the House Business Committee today, I beg to move that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in Senate 1988, the requirement of Rule 38 of the said rules regarding Question Hour be dispensed with.

Mr. Chairman: I put the motion before the House as moved by Senator Mohammad Ishaq Dar.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried. Yes, Legislative Business.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! پچھلے سیشن میں جو سوالات اور motions ہم نے move کی تھیں ، میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ ان کو جاری رکھا جائے تو formally میں move کرتا ہوں کہ ان کو اس سیشن میں لایا جائے صرف وہ سوالات اور motions جو last session کے لیے تھیں وہ لے لی جائیں۔

جناب چیئرمین: سوالات تو لے آئیں گے لیکن Presidential Address کی وجہ سے motions نہیں آسکیں گی۔ جی نوابزادہ صاحب۔

نوابزادہ غضنفر علی گل (مشیر وزیراعظم برائے کابینہ ڈویژن): جناب! میری گزارش ہے کہ اس بل کو ابھی التوا میں رکھا جائے۔

Adjournment Motion on Manufacturing of Spurious Medicines

Mr. Chairman: It is deferred as requested. Yes, Item No. 4, Adjournment Motion regarding manufacturing of spurious medicines. Yes, Haseeb Sahib. Time is allocated, 10 minutes for every Member and not more than 30 minutes for the Mover and the Minister.

آج بخاری صاحب بیمار ہیں ، بابر غوری صاحب ذرا آپ مخدوم شہاب الدین وزیر برائے ہیلتھ کو کہہ دیں کہ وہ ذرا آجائیں۔ جن ممبران نے اس motion پر بات کرنی ہے وہ اپنا نام لکھوا دیں۔ جی حسیب صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ یہ بہت ہی serious issue ہے ۔ وزیر داخلہ صاحب نے ایک بیان دیا ، ٹی وی میں اس کا اشتہار آیا، اخباروں میں خبریں آئیں ۔ اس کے بعد دوسرے دن انہوں نے پانچ سینٹی میٹر کے ایک چھوٹے سے کالم میں بیان دے دیا کہ ایسی بات نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! اس سے پاکستان کی Industry کو جو damage ہوا اس کو میں highlight کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین! پاکستان میں اس وقت پونے پانچ سو کے قریب industries ہیں اور تقریباً 75% پاکستان کی demands پورا کرتی ہیں۔ پاکستان میں 25% کی مارکیٹ multinational کے پاس ہے۔ اس کے علاوہ export نے market 100% کو capture کیا ہوا ہے۔ انڈیا African countries میں کافی active تھا ۔ پاکستان کے بننے کے بعد جب یہ industry ایک خاص مقام پر آگئی تو انہوں نے بھارت سے African countries کی markets اپنی quality کی بنیاد پر چھینی ہیں۔ جب انہوں نے اخبار میں بیان دیا کہ یہاں 50% spurious medicines ہیں تو اس کے نتیجے میں دوسرے دن بھارت میں ایک main heading لگی کیونکہ ان کے diplomats بڑے active ہوتے ہیں انہوں نے اس کی کاپیاں distribute کیں۔ آپ نے دنیا میں ایک ایسا ماحول create کر دیا جس سے ہماری companies کو problems آتی رہیں۔

جناب چیئرمین! cost of manufacturing بہت زیادہ ہونے کے باوجود پاکستان کی انڈسٹری نے quality maintain کی ہے اور اپنی quality کی بنیاد پر انہوں نے export market میں اپنی جگہ بنائی ہے، اس وقت 28 countries میں پاکستان کی دوائیں registered ہیں لیکن اس قسم کے بیانات سے نہ صرف ہماری بدنامی ہوتی ہے بلکہ foreign exchange میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ ہماری industries foreign exchange کمانے کے لیے پوری کوشش کر رہی ہیں۔ مختلف بیانات دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ اس کو ایک مقام دینے کی بجائے اعتراض

کرتے ہیں۔ جناب! 1980 میں national companies کے پاس 20% market تھی اور 80% was controlled by the multinationals لیکن آج یہ حالت ہے کہ جو 75% national companies کے پاس market تھی وہ 25% تک squeeze ہو گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری quality کی کوئی بنیاد ہو گی، ڈاکٹروں کا confidence ہو گا۔ آپ نے ایک چھوٹا سا بیان دے کر ہمارے image کو torture کر دیا، آپ نے ڈاکٹروں کا confidence shatter کر دیا، مریضوں کا آپ نے confidence shatter کر دیا۔ اس قسم کے بیانات دینے سے ان کو گریز کرنا چاہیے۔ نمبر دو دوائیں دنیا میں ہر جگہ ہوتی ہیں، صرف پاکستان میں نہیں ہوتیں۔ یہ نمبر دو دوائیں بنانے والے کون ہیں؟ اس کی اطلاع ایف آئی اے کو ہونی چاہیے۔ اس کی اطلاع تھانے والوں کو ہونی چاہیے، اس کی اطلاع Ministry of Interior کو ہونی چاہیے، ان کو پکڑیں بجائے اس کے کہ آپ ایسا statement دے دیں جو تمام دنیا میں آپ کا نام بدنام کرے۔ ہمیں اس میں احتیاط کرنی چاہیے۔ چیئرمین صاحب! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس پر تمام لوگوں کی رائے لینے کے بعد فیصلہ کیا جائے کہ خدا کے واسطے پاکستان کی عزت و حرمت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے، خالی ٹی وی کے اوپر بیان دے کر ہمیں ننگا نہ کریں۔ پاکستان پہلے بھی بہت بدنام ہو چکا ہے۔ آپ medicine میں بہت آگے progress کرتے جا رہے ہیں، پہلے کسی بھی country میں آپ کی دوا رجسٹر نہیں ہوتی تھی لیکن اب 28 ممالک میں ہماری دوائیں register ہو گئی ہیں لیکن آپ ان حرکتوں سے کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہاؤس اس مسئلے کو discuss کرے اور اس کے لیے کوئی ایسا method اختیار کیا جائے تاکہ اس قسم کے واقعات نہ ہونے پائیں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی اسمٰعیل بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب یہ بہت اہم تحریک التوا ہے۔ ماضی میں بھی اس issue پر بہت سے سوالات کئے گئے ہیں لیکن وزیر صاحبان یہاں پر جو یقین دہانیاں کراتے ہیں ان پر کوئی عمل نہیں ہوتا۔ ان دوائیوں کے متعلق جو مختلف tenders ہوتے ہیں، اس کے لیے بہت سی companies bids دیتی ہیں۔ اس میں اس قسم کے agreements ہو جاتے ہیں کہ ہم دو نمبر دوائیاں supply کریں گے۔ جناب! پاکستان میں نمبر ایک دوائی نہیں ملتی ہے۔ آپ Panadol کی مثال لے لیں، پاکستان کی Panadol اتنا اثر نہیں کرتی جتنی لندن سے import

کی ہوئی دوائی کا ہوتا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ بہت اہم مسئلہ ہے اور اس کو light نہ لیا جائے، اس کے بارے میں کئی مرتبہ یہاں debate ہوئی ہے۔ یہاں وزیر صاحب نے یقین دہانی بھی کرائی تھی کہ وہ اس کی روک تھام کے لیے کام کریں گے اور جو ڈرگ انسپکٹرز ہوتے ہیں جو دوائیوں کو چیک کرتے ہیں وہ بھی وہاں جا کر ان کے ساتھ کاروبار طے کرتے ہیں، ریٹ طے کرتے ہیں۔ نہ ان کو پکڑتے ہیں اور نہ ان کو سزا ملنی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کینسر کی طرح پھیل رہی ہے اور ان جعلی دوائی بنانے میں یا جعلی دوائی بیچنے کی وجہ سے جتنی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ان کا آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔

جناب چیئرمین! اس سلسلے میں اگر سنجیدگی سے، آپ خود interest لے لیں اور ہاؤس کی ایک الگ کمیٹی تشکیل دیں، یہ نہیں کہ منسٹر یہاں آکر ہمیں surety دیں یا سیکرٹری ہیلتھ یہاں آکر ہمیں یقین دہانی کرائیں۔ اگر اس کے لئے آپ خود ہی کمیٹی تشکیل دیں اور اس کو یہ task دیں کہ وہ چاروں صوبوں میں جائیں اور یہ چیک کریں کہ جعلی دوائیاں بنتی ہیں اور جعلی دوائیاں بیچی جاتی ہیں تو اس کی ایک رپورٹ سینیٹ میں آجائے اور جو اس میں involve ہو، منسٹری کا اس میں کوئی عمل دخل نہ ہو۔ ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ کہ ہر ایک کو پتا ہے کہ پاکستان میں جعلی دوائیاں بنائی جاتی ہیں اور جعلی دوائیاں بیچی جاتی ہیں۔ مختلف انجکشن اور ویکسین آج نکالے گئے ہیں ان کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے خصوصی طور پر آپ ہیلتھ منسٹری کو بھی بلائیں لیکن اگر وہ آکر ہمیں یہ چند الفاظ بتائیں کہ جی میں یہ کروں گا اور یہ میں نے کیا ہے تو انہوں نے نہ وہاں کچھ کیا ہے اور نہ کریں گے۔ ہم یہ سن سن کر اب تھک گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس کے لئے ذاتی طور پر ایک جامع ایکشن لیں اور ان کو باقاعدہ ایک timetable دیں اور ایک خصوصی کمیٹی بنائیں تا کہ وہ جا کر اس کی صحیح انکوائری کرکے منسٹری کو بتائیں کہ منسٹری کے لوگ جو کمپنیوں کو ٹھیکے دیتے ہیں ان میں جو involve ہیں ان کی بھی ایک انکوائری کی جائے کہ ان ٹھیکوں میں منسٹری والے لوگ کتنے پیسے لیتے ہیں تو اس بات کا بھی آپ نوٹس لیں اور اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ حاجی محمد عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں۔ یہ دوائیوں سے متعلق issue بڑا اہم ہے۔ میرے محترم ساتھی سینیٹر عبدالحسیب خان صاحب نے تو جو کچھ کہا وہ ٹھیک ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے بازاروں میں اس وقت جعلی دوائیاں ملتی ہیں۔ لاہور میں اکبری منڈی

اس معاملے میں بڑی مشہور ہے۔ آپ وہاں جا کر جس قسم کی دوائی چاہیں، بڑی اعلیٰ پیکنگ میں آپ کو ملے گی۔ آج خود ڈاکٹرز اپنے مریضوں سے کہتے ہیں کہ دوائی دو نمبر نہ خریدیں۔ یہ ایک حقیقت ہے اور انڈیا سے سمگل ہو کر جو دوائیاں آتی ہیں ان کے متعلق بھی ہمیں نہیں پتا کہ ان کی کیا حیثیت ہے اور وہ کتنی درست ہیں بلکہ باہر ہمسایہ ملکوں سے ایسی دوائیاں آتی ہیں کہ جو expired ہوتی ہیں۔ آپ پشاور جائیں، کراچی، لاہور یا راولپنڈی چلے جائیں اور تھوڑا سا آپ بازار میں گھومیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جعلی ادویات بازار میں موجود ہیں۔ اب ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ جو ڈرگ انسپکٹرز ہیں پورے صوبے میں کہیں دو، تین یا چار کے قریب ہیں۔ وہ چیک بھی نہیں کر سکتے اور پھر جب لیبارٹریز میں وہ دوائیاں بھیجی جاتی ہیں تو ہماری لیبارٹریاں اعلیٰ بھی نہیں ہیں اور ان میں بھی کمیشن چلتا ہے۔ آج کاش وزیر صحت یہاں موجود ہوتے، تو ہم ان سے پوچھتے اور ان کو مشورہ دیتے کہ پاکستان کے سرکاری ہسپتالوں کو جو دوائیاں سپلائی ہو رہی ہیں ان میں پچاس فیصد جعلی اور دو نمبر دوائیاں ہیں۔ نقلی دوائیاں سپلائی کی جا رہی ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہماری بعض انڈسٹریز صحیح دوائیاں بنا رہی ہوں گی۔

جناب چیئرمین! ہماری اپنی حکومت ہے اور دوائیوں کی قیمت پر کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ ایک زمانے میں ہم سنا کرتے تھے کہ دواؤں کی قیمتوں پر کنٹرول ہے۔ آج بازار میں ایک دن ایک دوائی خریدیں تو دوسرے دن اسی دوائی کی قیمت دگنی ہو چکی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بات ہے جناب چیئرمین صاحب! یونانی دوائیاں اور ہومیوپیتھک دوائیوں کی قیمتوں پر بھی کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ پہلے ہم سنا کرتے تھے کہ یونانی اور ہومیوپیتھک دوائیاں سستی ہیں۔ مگر آج آپ بازار سے یونانی اور ہومیوپیتھک دوائیاں خریدیں وہ بھی بہت مہنگی ہیں۔ آدمی بیمار پڑے تو وہ جائے کہاں؟ اب تو صرف ایک علاج ہے کہ وہ تعویز اور گنڈے کریں۔ میرے خیال میں ان کے ریٹ بھی آج کل بہت زیادہ ہیں اور ان کو بھی زیادہ پیسے دینے پڑتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں جعلی دوائیاں ہیں اور جعلی دوائیاں بنتی ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں بنتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ روشنی میں اپنی آنکھیں بند کر رہا ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی اسحاق ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ basically جناب یہ ایک established حقیقت ہے کہ پاکستان میں، جیسا کہ دوسرے مقررین نے بھی کہا اور ہم نے یہ

اس کا Adjournment Motion بھی move کیا کہ جو جعلی دوائی ہیں، آپ سب کو پتا ہے کہ اس کا impact مریض کے لئے کتنا بھیانک ہو سکتا ہے اور ہوا ہے۔ یہ جو ایک required policy ہے اس کو کنٹرول کرنے کے لئے وہ کہیں نظر نہیں آرہی ہے یعنی صوبوں کو اپنا فعال کردار ادا کرنا چاہیے اور مرکز کو اپنا فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔ ہم تو ان تمام drugs کی بات کر رہے ہیں، مسائل تو developed countries میں بھی ہیں اور اس سے آگے جا رہے ہیں۔ مثلاً بچوں کی جو ویکسین ہے وہ ابھی یہ پتا چلا ہے کہ اس میں mercury ہوتی ہے اور جو ویکسین ہے وہ پہلے 3 to 6 in one thousand بچے autism کا شکار ہوتے تھے۔ اب چونکہ billion of dollars کا وہ business ہے۔ western countries, basically Americans pharmaceuticals companies کی monopoly ہے۔ Latest report یہ indicate کررہی ہے کہ انہوں نے vaccine کی life کو بڑھانے کے لئے اس میں mercury contents کو زیادہ کیا چند سال پہلے کے مقابلے میں اس سے دنیا میں 3 فیصد بچے autism کا شکار ہو رہے ہیں۔ جو مہذب ممالک ہیں ہم تو اس طرف دیکھتے ہیں۔ قوم کی صحت اور ایجوکیشن کے حوالے سے یہ حکومت کی fundamental ذمہ داری ہے۔ اس حوالے سے بھی ہم اپنے فرائض کو انجام نہیں دے رہے ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ایک pro-active policy بنائے تمام drugs کو کنٹرول کرنے کے لئے اور مجرموں کے لیے خلاف سخت سے سخت سزائیں ہونی چاہییں۔ جناب! آپ عام خبریں پڑھتے ہیں کہ لوگ مر جاتے ہیں۔ ایمرجنسی میں انجیکشن لگایا اور مریض فوت ہو گیا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ جو ویکسین تھی یا جو دوائی تھی وہ نمبر دو تھی۔

جناب! اس سلسلے میں ہماری گزارش ہے کہ یہاں تو نہ ہیلتھ منسٹر ہیں اور سرکاری بینچوں پر تو حاجی عدیل صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے گزارش ہے کہ یہ سب ممبران کا نوٹس لیں اور یہ پھر اپنے coalition partners کو یہ refer کریں اور پھر یہ ہمیں بتائیں کہ حکومت کی ان جعلی دوائیوں کو روکنے کے لئے کیا پالیسی ہے ۔ یہ یہاں پر کھڑے ہو کر تقریر نہ کریں ہمارے ساتھ join کرکے یہ ایکشن لیں، یہ حکومت کے coalition partners ہیں اور یہ ہماری باتیں ہمیں سنا رہے ہیں۔

جناب! آپ کے توسط سے میری گزارش یہ ہوگی کہ یہ جو Adjournment Motion ہے حکومت مہربانی کرکے clear cut policy ہمیں دیں کہ ان جعلی دوائیوں کو روکنے کے لئے وہ کیا اقدامات کریں گے؟ بہت شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: جی وسیم سجاد صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! آج ایک نہایت اہم motion زیر بحث ہے۔ اس کا تعلق جعلی دوائیوں سے ہے۔ اس وقت پاکستان کے اندر بہت سی دوائیاں بن رہی ہیں جو کہ پاکستان کے اندر بھی استعمال ہوتی ہیں اور ان کو بیرون ممالک export بھی کیا جاتا ہے۔ لہذا، پہلے تو میں یہی کہوں گا کہ جب بھی اس قسم کی بحث ہو تو ہمیں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ہمیں باہر یہ message نہیں دینا چاہیے کہ پاکستان کی دوائیاں اتنی خراب ہیں کہ اس پر لوگ اعتبار کرنا چھوڑ دیں اور ہماری export کو نقصان پہنچے۔ ضروری بات یہ کہنے کی ہے کہ پاکستان کے اندر اس وقت بے شمار دوائی بنانے کے ادارے موجود ہیں جن میں بیشتر دوائیاں معیار کے مطابق ہوتی ہیں لیکن یہ بھی درست ہے کہ کچھ دوائیاں ایسی ہیں جو معیار پر نہیں اترتیں ہیں۔ ان میں ملاوٹ ہوتی ہے یا potency کم ہوتی ہے۔ اس کے لئے موثر قانون جو بنایا گیا تھا وہ 1976 کا drugs act ہے اور ابھی تک یہ جو drugs and medicine ہیں یہ concurrent list میں تھیں اس کا جو ادارہ ہوتا ہے یا جو انسپکٹرز ہوتے ہیں وہ صوبائی لیول پر بھی ہیں اور فیڈرل لیول پر بھی ہیں لیکن یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ یہاں پر جو لیبارٹریز ہیں جو چیک کرتی ہیں یا جو mechanism ہے جس کے ذریعے یہ دیکھا جاتا ہے کہ کونسی دوائی صحیح ہے اور کونسی صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ mechanism موجود ہے لیکن اس کو زیادہ موثر اور بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک چیز میں نے نوٹ کی ہے کہ یہاں پر کچھ ایسے inspectors تھے جنہوں نے raid کیا اور اس لیے کیا کہ ان کا ذاتی عناد تھا جس کی وجہ سے اداروں کو خراب کرنے کی کوشش کی گئی۔ ایک تو ہمیں معیار قائم کرنا ہے۔ دوسرا دیکھنا ہے کہ انسپکٹرز اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کریں اور تیسرا یہ ہے کہ حقیقی level پر اگر کوئی دوائی معیار کے مطابق نہیں ہے تو اس کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔

اسی ضمن میں، میں یہ عرض کرتا چلوں کہ یہ معاملہ ہماری کمیٹی میں زیر بحث آیا تھا۔ یہ سوال اٹھا تھا کہ concurrent list drugs and medicines میں تھیں، اب ہم concurrent list

ختم کر رہے ہیں تو اس کا کیا کیا جائے۔ اس پر ایک سوچ سامنے آئی تھی کہ drugs and medicines ایک اہم شعبہ ہے جس کے لیے وفاقی level پر لیبارٹریاں موجود ہیں۔ لہٰذا اس کو ہم نے پارٹ ٹو میں رکھا ہے تا کہ معیار قائم رہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں سے یہ پیغام بالکل نہیں جانا چاہیے کہ پاکستان کی سب دوائیاں خراب ہیں۔ نہیں۔ ہم export بھی کر رہے ہیں۔ ہماری دوائیاں اچھی بھی ہیں لیکن جو معیار کے مطابق نہیں ہیں ان کے لیے ہمیں نظام کو بہتر کرنا پڑے گا اور یہ ذمہ داری Health department پر آتی ہے۔ پاکستان کے وزیر صحت مخدوم شہاب الدین صاحب ہیں، بہت شریف آدمی ہیں لیکن ایسے معاملوں کے لیے زیادہ شریف آدمی اچھا نہیں ہوتا۔ یہاں پر ذرا سخت آدمی چاہیے، وہ اپنے محکمے میں دیکھے، غور کرے کہ آیا یہاں پر کوئی غلط انسپکٹر ہے؟ انسپکٹرز اس قانون کی بنیاد ہیں۔ انسپکٹر raid کرتا ہے تو اس کو پتا ہونا چاہیے، اس کی ٹریننگ ہونی چاہیے، اس میں کوئی ذاتی عناد نہیں ہونا چاہیے۔ایسے صحیح قانون کے مطابق اور میرٹ پر کام کرنا چاہیے۔ وہ تبھی کامیاب ہوگا جب اس کے اوپر ایک supervisory نظام ہوگا۔ لہٰذا میں درخواست کروں گا، وزیر صاحب آج موجود نہیں ہیں، ایک بیچارے وزیر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کا تعلق غالباً پورٹس سے ہے وہ کیا اس میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ وہ تو یہی کر سکتے ہیں کہ جو ان کے پاس دوائی پورٹ کے ذریعے آئی اس کو آنے دیں، جو باہر جانی ہے وہ چلی جائے گی اور بیچارے کیا کر سکتے ہیں۔ ہماری درخواست وزیر صحت تک پہنچا دی جائے کہ یہ بہت اہم معاملہ ہے اس میں بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ پاکستانی عوام کی صحت کے لیے، پاکستان کا نام بیرون ملک روشن کرنے کے لیے بہت ضروری ہے کہ ایک اچھا اور موثر نظام قائم کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی فوزیہ صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ فخرالزمان: شکریہ جناب۔ غریب تو صرف پیراسٹامول ہی کھاتا ہے اور کچھ مہینے پہلے سات لیبارٹریوں نے بتا دیا تھا کہ 5% پیراسٹامول ہے باقی سب چاک ہے۔ یہ issue کافی پہلے اٹھا تھا اور پھر دب گیا۔ میں صرف یہ جاننا چاہوں گی کہ یہ دب کیوں گیا، یہ بات سامنے کیوں نہیں آئی۔

جناب چیئرمین: جی طاہر مشہدی صاحب۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں اپنی پارٹی کی طرف سے حسیب خان صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ وہ بہت ہی اہم مسئلے کو سینیٹ میں لائے۔ Coalition partner ہونے کے باوجود، حکومت میں ہونے کے باوجود انہوں نے پاکستانی عوام کو جو دکھ پہنچ رہا ہے، جو ہمارے عوام کی صحت کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے، اس مسئلے کو اٹھایا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنی coalition کو کم پیار کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے عوام سے زیادہ پیار کرتے ہیں، اس لیے ہم عوام کے مسائل کو اٹھاتے ہیں۔ جناب والا! پاکستان میں دو نمبر drugs تو ہر جگہ ملتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ انہوں نے ہماری قوم کی صحت کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ایک تو انسان قدرتی بیمار ہوتا ہے، اس کو کوئی اچھی میڈیکل سہولت ملتی نہیں ہے۔ ابھی تک ہمارا Health department اتنا develop نہیں ہوا نہ اس کی دوائیاں عوام تک پہنچتی ہیں، نہ ڈاکٹر تسلی سے اپنے مریض کو دیکھتے ہیں۔ مریض کو لمبی چوڑی دوائیوں کی لسٹ لکھ دی جاتی ہے۔ جو imported drugs ہیں ان کی قیمت ہمارے عوام کی برداشت سے باہر ہے۔ وہ لے ہی نہیں سکتے، کچھ بھی ہو جائے وہ اس کو نہیں خرید سکتے۔ چھوٹی دکانوں میں، سستی دکانوں میں، محلوں میں سب نقلی دوائیاں بھری پڑی ہیں۔ ہمارے عوام کو نقلی دوائیوں سے اپنا علاج کروانا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے اس سے علاج ہوتا نہیں اور اس ہی لئے mortality rate اتنا زیادہ ہے۔ ہماری قوم کا health standard اتنا گر گیا ہے کہ یہ ایک unhealthy nation ہے۔ Unhealthy nation صحیح طریقے سے develop نہیں کر سکتی۔ اگر آپ ترقی کرنا چاہتے ہیں اور اپنے ملک کا نام روشن کرنا چاہتے ہیں اور ملک کی پوزیشن بنانا چاہتے ہیں کہ جی ہمارے ملک کی کوئی پوزیشن ہونی چاہیے تو Healthy nation بہت ضروری ہے۔

جناب والا! جتنے بھی social evils پاکستان میں ہیں، smuggling ہو، hoarding ہو، نقلی ادویات کی سیل ہو، land grabbing ہو کچھ بھی ہو، یہ سب پولیس، law enforcing agencies اور جو ایجنسیاں ان پر place کی جاتی ہیں ان کی connivance کے ساتھ ہوتا ہے۔ ان کی ملی بھگت کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ ان میں سے پیسے کماتے ہیں۔ اس کے بعد یہ سب سے زیادہ افسوس کی بات ہے کہ بڑے بڑے powerful لوگ جو سیاست دان ہوتے ہیں، علاقے میں اثر و رسوخ والے لوگ ہوتے ہیں وہ ان لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ جب ان کو support ملتی ہے، political patronage

ملتی ہے، ان کو official patronage اور support ملتی ہے تو وہ کرپشن میں ملوث ہوتے ہیں۔ اس لیے ہمارے غریب عوام کو مہنگائی face کرنی پڑتی ہے، اچھی صحت کی سہولت نہیں ملتی، اچھی تعلیم نہیں ملتی۔ نقلی دوائیاں ان کو صرف اس لیے ملتی ہیں کہ دو آنے کمانے کے لیے وہ ہمارے ملک کے بچوں کے ساتھ، عورتوں کی صحت کے ساتھ، ہمارے بزرگوں کی صحت کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ گورنمنٹ کو اس پر نوٹس لینا چاہیے اور ہر طرح سے ہمارے ڈرگ انسپکٹرز، ہماری وزارت صحت اور ہماری ایف آئی اے یا پولیس کو اس پر گہری نظر رکھنی چاہیے۔ اس لعنت کو ختم کرنا چاہیے۔ حکومت کی پالیسیاں ایسی ہوں کہ ہماری pharmaceutical industry جو کہ بہت developed industry ہے، جو بہت foreign exchange بھی کما سکتی ہے ، پاکستان میں اچھی سے اچھی دوائیاں بھی دے سکتی ہے اس کو پورا پورا تحفظ دیا جائے۔ اس کو پورا سپورٹ کیا جائے۔ یہ لوگ جو نقلی دوائیاں بیچتے ہیں ان کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی پروفیسر خورشید صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: لوگوں کی زندگی اور موت کا سوال ہے، لیکن کوئی وزیر سن نہیں رہا۔

جناب چیئرمین: منسٹر صاحب ، حسیب صاحب جو mover ہیں وہ شکایت کر رہے ہیں کہ یہ جو بحث ہو رہی ہے اس کو سن نہیں رہے ہیں۔ کہہ رہے ہیں بہت اہم مسئلہ ہے۔ پلیز ۔ جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا ۔ میرے ساتھیوں نے اس اہم مسئلے پر مختلف پہلوؤں سے نشاندہی کی ہے، میں ان سے مکمل اتفاق کے ساتھ چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ 1976 کا جو قانون ہے اسے revisit کرنے کی فوری ضرورت ہے۔ اس میں جو سزائیں تجویز کی گئی ہیں، جو mechanism تفتیش کا ہے وہ بہت کمزور ہے۔ اس لیے میں پہلی سفارش یہ دوں گا کہ محترم وزیر صحت اس قانون کو review کریں اور اسے موثر بنائیں۔ میں اس موقع پر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ پہلی مرتبہ نہیں آرہا بلکہ سینیٹ میں 1980 کے دور میں جاوید جبار کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنی تھی، میں بھی اس کا ممبر تھا ۔ ہم نے اس پورے مسئلے کا جائزہ لیا تھا، pharmaceutical industries کا

visit کیا تھا اور رپورٹ حکومت کو پہنچا دی لیکن جیسا کہ ہمارے ملک کا قاعدہ ہے کہ ایسی تمام سفارشات کو یا تو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے یا وہ shelves میں پڑی رہتی ہیں۔ میں انہیں مشورہ دوں گا کہ اس رپورٹ کو بھی نکالیں اور یہ دیکھیں کہ اس میں کیا کیا تجاویز دی گئی تھیں۔

تیسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری pharmaceutical industry الحمدللہ ایک کامیاب اور ذمہ دار انڈسٹری ہے۔ ہم نے اس کا visit کیا، اس کو دیکھا تو ہمیں خوشی ہوئی کہ professionally جو کام وہ کر رہے ہیں وہ قابل اعتماد اور قابل فخر ہے لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہاں ایک مافیا ہے، ایک underworld industry جس کا کوئی تعلق ملک کی pharmaceutical industry سے نہیں، ان کی فیکٹریاں ہیں، ان کے بھتے لگے ہوئے ہیں، ان کے ایجنٹس ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ کہاں ہیں لیکن ان پر گرفت نہیں کی جاتی۔ مسئلہ وہاں پر ہے، pharmaceutical industries میں نہیں۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ یہ جو underworld ہے اس پر مضبوط گرفت کی جائے۔

ایک اور چیز میں اس موقع پر کہنا چاہتا ہوں کہ دراصل وزارت صحت مرکز میں بھی اور صوبوں میں بھی، بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اپنے عروج پر ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ ڈرگ کو کنٹرول کریں، لائسنس دیں، invigilate کروائیں، سزائیں دیں جو بھی اس میں involve ہوں۔ مخدوم شہاب الدین صاحب ہمارے بڑے محترم ساتھی ہیں، ان کو یہاں لایا ہی اسی لیے گیا ہے کہ اس سے پہلے کے دور میں بھی اس شعبے میں پتا نہیں کیا کیا گل کھلائے جا رہے تھے۔ مجھے توقع ہے کہ وہ اس معاملے میں ذمہ داری سے مؤثر اقدام کریں گے اور سب سے پہلے set your own house in order کے اصول پر اپنی وزارت اور drug control کا جو نظام ہے اسے درست کریں گے۔ ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ بد قسمتی سے ہمارے chemists and pharmacies کا کردار بھی اس معاملے میں ٹھیک نہیں ہے۔ یہ spurious drugs انہی دکانوں کے ذریعے بکتی ہیں اور اس طرح لوگوں کی زندگیوں کے ساتھ خطرناک کھیل کھیلا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ inspectors periodic visits کرتے ہیں لیکن ملی بھگت سے۔ اس لیے جناب والا! اس بات کا اہتمام بھی کرنا پڑے گا کہ chemists ذمہ داری سے اپنا کام کریں اور جو chemists ذریعہ بن رہے ہیں spurious drugs کے عوام تک پہنچنے کا، ان پر بھی اسی طرح بھرپور گرفت کی جائے جس طرح underworld industry پر گرفت کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ان تینوں سطح پر یعنی آپ کی investigation کا مرکزی اور صوبائی نظام جہاں یہ

produce کی جا رہی ہیں اور جہاں یہ بیچی جا رہی ہیں ان تینوں مقامات پر گرفت مضبوط کرنی ہوگی اور exemplary punishment دینا ہوگی، اس کے بغیر معاملات درست نہیں ہوسکتے۔ یہ چند سفارشات ہیں جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ زاہد خان صاحب ۔آپ بات کرنا چاہتے ہیں ۔ بلور صاحب آپ پہلے کر لیجئے ۔پتا نہیں، آپ آپس میں decide کر لیں ۔آپ ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں ، پارٹی بھی ایک ہے ،آپ کی دوستی بھی ہے ۔

سینیٹر محمد زاہد خان: کر لیا ہے ۔مہربانی ،مخدوم صاحب اگر اپنی کرسی پر تشریف رکھیں تو میں کچھ گزارشات پیش کرتا ہوں کیونکہ میں Health Committee کا ممبر بھی ہوں یہ ہمارے --

جناب چیئرمین: مخدوم صاحب ! پلیز ذرا اپنی جگہ پر رہیے گا ۔ پروفیسر صاحب سے بعد میں پوچھ لیجئے گا۔

The Member also wants your attention. You take ascribing from Professor sahib later on.

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین صاحب ! جس طریقے سے وسیم سجاد صاحب نے کہا کہ مخدوم صاحب بہت شریف آدمی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ یہ ہمارے ساتھ کمیٹی میں آتے ہیں لیکن ان کی وزارت صحیح نہیں چل رہی ہے اور اس پر انہیں بہت زیادہ دھیان دینا پڑے گا ۔ سیکرٹری کو وقت نہیں ملتا کہ وہ دفتر کو وقت دے ، وہ دوروں پر ہوتے ہیں کبھی باہر ، کبھی اندر ، اب یہ چیز کنٹرول کرنا منسٹر صاحب کا کام نہیں ہے ۔منسٹر صاحب کا یہی کام ہے کہ ان پر check رکھے کہ یہ لوگ کیا کام کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر میں عرض کرتا ہوں کہ ہم نے بہت سی recommendations دی ہیں لیکن کسی recommendation پر آج تک عمل نہیں ہوا ہے۔ میں ایک واقعہ بتانا چاہتا ہوں اس دن ہمارا AIDS control کی meeting تھی تو جو Programme Manager تھا میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کے پاس کتنی vehicles ہیں تو اس نے کہا کہ 16 ہیں۔ میں نے کہا کہ ان 16 vehicles میں سے آپ کی entitled گاڑیاں کتنی ہیں ؟ یعنی جس افسر کے پاس گاڑی ہونی چاہیے وہ کتنے افسران ہیں ؟ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک اکیلا ہوں تو میں نے کہا کہ یہ جو 16 ہیں پھر اس کو کیا کرنا ہے یہ قوم کا پیسا کیوں ضائع ہو رہا ہے ؟ ان پر تیل بھی

خرچ ہو گا اور جب کھڑی رہیں گی تو خراب ہوں گی تو ہم نے کہا کہ ان کو بیچ دیں۔ کل اخبار میں کیا آیا۔ کل 'نوائے وقت' میں ساری story چھپی ہے اور ان ہی گاڑیوں کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ وہ گاڑیاں تقسیم ہو گئی ہیں۔ایک سیکرٹری صحت نے لی، اس میں منسٹر صاحب کا بھی نام آ گیا اور اسی طرح یہ ساری چیزیں تقسیم ہو گئی ہیں جو ہم نے کہا تھا کہ یہ چیز غلط ہے، یہ نہ رکھو وہ تقسیم در تقسیم ہو گئیں۔

منسٹر صاحب آپ کو اس کے لیے time دینا ہو گا کیونکہ اس سے قوم کی صحت وابستہ ہے۔ آپ کی منسٹری کے اندر آپ کے جو National Programmes ہیں ان میں جتنی corruption ہے اس کی حد ہی نہیں ہے لیکن آپ ذرا مہربانی کرکے اس کو time دے دیں۔ جس طرح یہ کہہ رہے ہیں کہ اوپر سے inspectors پر اگر control نہ ہو، میری بہن نے paracetamol کی بات کی ہے۔ منسٹر صاحب کو پتا ہے کہ یہ 7 کروڑ روپے کی خریدی گئیں، ایک National programme سے خریدی گئیں اور جب check کیا گیا ہے تو اس میں chalk 95% تھی اور 5% اس میں پیراسٹامول تھا۔اس case کا کیا ہوا جب اس بندے کو، اس کی company کو انہوں نے blacklist کیا تو اس نے جا کر ہائیکورٹ سے stay لے لیا۔ یہ ساری چیزیں face کر رہے ہیں۔ منسٹر صاحب کو چاہیے کہ اس پر check رکھیں اور آپ کے نیچے جو inspectors ہیں ان پر check رکھیں۔ یہ آپ کی وزارت کا کام ہے یہ منسٹر صاحب کا کام نہیں ہے۔ یہ کام آپ کے سیکرٹری اور اس کے نیچے جو عملہ ہے D.G وغیرہ ان کا کام ہے۔ ان کے بارے میں نیشنل اسمبلی میں بھی recommendations آ گئی ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ D.G کو ہٹا دیں۔اس کا پتا نہیں کہ کیا ہوا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ منسٹر صاحب یہ قوم کی صحت کا سوال ہے اور ان لوگوں کا سوال ہے جو بیچارے غریب بیمار ہوتے ہیں تو جب وہ دکاندار کے پاس جاتے ہیں تو وہ اس کو سستی دوائیں دیتے ہیں،وہ خوش ہوتے ہیں کہ مجھے دوائی سستی ملی ہے لیکن اس دوائی کا کیا فائدہ ہے جو اس کو سستی ملی کیونکہ وہ ساری جعلی ہیں اور اس میں زیادہ تر جعلی دوائیاں چل رہی ہیں جو لوگوں نے گھروں میں بنائی ہوئی ہیں اور اسی label پر۔ اگر اصل پیراسٹامول آپ کو دس پیسے میں ملتی ہے تو وہ جعلی دو پیسے میں ملے گی۔ اس چیز کو آپ نے کنٹرول کرنا ہے۔آپ شریف آدمی ہیں یہ منسٹری پہلے ہی خراب تھی اور اب آپ آ گئے ہیں تو اس کو ذرا check کر لیں کیونکہ Health Ministry بالکل کام ہی نہیں کر رہی ہے۔میں آپ کو Floor of the House کہہ رہا ہوں کہ ہمارے جتنے ممبرز سینیٹ کی ہیلتھ کمیٹی کے ادھر

بیٹھے ہوئے ہیں ، جب ہماری meeting ہوتی ہے اور ہم اس شریف آدمی کو دیکھتے ہیں تو سب خاموش ہو جاتے ہیں لیکن ان کے لوگ جو کام نہیں کر رہے ہیں۔ ہماری منسٹر صاحب سے request ہے کہ ان سے کام لیں۔ ان کو بتا دیں کہ آپ نے جو بھی اب تک کیا ہے وہ تو کر دیا،اس کے بعد آپ نے کام کرکے دکھانا ہے اور اگر یہ کام نہیں کریں تو ان کو فارغ کر دیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ یہ بیٹھیں رہیں اور قوم کے ساتھ کھیلتے رہیں ، تنخواہیں لیتے رہیں اور وہاں کام ہی نہ ہو۔ Drug Inspectors بھی پیسا لے رہے ہیں تو پھر آپ کی منسٹری کا کیا فائدہ ہے۔

جناب! میں آپ کی وساطت سے پھر ان سے request کرتا ہوں اور کمیٹی میں بھی کیا ہے کہ آپ کے جو National Programmes ہیں ان کی یہاں آپ purchasing نہ کریں ۔آپ purchasing کرتے ہیں، صوبے کو بھیجتے ہیں وہ سارے غلط ہوتے ہیں اور وہ آپ کے پاس ادھر پڑے expire بھی ہو جاتے ہیں کیونکہ صوبوں کو وقت پر نہیں بھیجتے اور اس کے بعد پھر صوبوں والے دلچسپی نہیں لیتے ہیں اور وہ utilize نہیں کرتے ہیں۔منسٹری آپ کی بھی ہے اور صوبوں میں بھی منسٹری ہے۔ وہ اپنے مفادات کو دیکھتے ہیں اور اپنی چیزوں کو دیکھتے ہیں تو جب وہ یہاں سے چلی جاتی ہیں تو وہاں پر dump ہو جاتی ہیں۔ Vaccination ہو یا کوئی بھی چیز ہو، وہ صحیح طریقے سے utilize نہیں ہوتی ہے تو مہربانی کرکے آپ سارے صوبوں کے Health Ministers اور secretaries کو بلائیں۔ آپ کے یہ National Programmes ہم آپ کے حوالے کرتے ہیں لیکن کام ہونا بھی چاہیے کیونکہ اس وقت وہ یہی سوچ رہے ہیں کہ یہ صوبے والے کریں گے ۔صوبے والے کہہ رہے ہیں کہ چلو انہیں بھیج دیا کون پوچھنے والا ہے تو وہ utilize نہیں ہوتے ہیں ، expired ہوتے ہیں اور پھر expired چیزوں کو utilize کیا جاتا ہے تو آپ کی وساطت سے منسٹر صاحب سے میں یہ request کرتا ہوں کہ اس پر غور کریں ۔آپ اپنی منسٹری کو check کریں، ان لوگوں سے کام لیں اگر وہ نہیں کرتے ہیں تو منسٹر صاحب ان کو فارغ کر دیں ان کی جگہ اور لوگوں کو لائیں کیونکہ آپ نے ہاؤس میں جواب دینا ہے ۔ کمیٹی میں آپ نے جواب دینا ہے ۔عوام کو آپ نے جواب دینا ہے کیونکہ آپ عوام کے نمائندے ہیں ۔ بیورو کریسی تو آج ہے کل کسی اور جگہ چلی جائے گی لیکن جو مصیبت ہے ، جو problems ہیں وہ آپ کے گلے پڑیں گی ۔ حکومت کے گلے میں پڑیں گی ۔آپ کے آنے سے پہلے ہمارے دوستوں نے حاجی عدیل صاحب کو کہا کہ آپ coalition partner ہیں اور یہ حقیقت بھی

ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے لیکن منسٹر صاحب please اس چیز کو کنٹرول کریں۔ یہ آپ کی مہربانی ہوگی۔

جناب چیئرمین: شکریہ بہت بہت، سردار جمال لغاری صاحب۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری : جناب چیئرمین! بہت شکریہ، spurious drugs کا معاملہ انتہائی حساس ہے۔ پاکستان کے 16/17 کروڑ عوام اس سے متاثر ہیں۔ امراء اور رئیس کو تو بہترین imported drugs مل جاتی ہیں لیکن دیہاتوں کی بات کریں ان غریب علاقوں کی بات کریں جہاں پر چھ چھ مختلف اقسام کی ادویات ہیں۔ ہماری خوش نصیبی ہے کہ آج یہاں پر Federal Minister for Health and State Minister for Interior دونوں تشریف فرما ہیں۔ Spurious Drugs کی روک تھام یا اس کو monitor کرنا ہے، جہاں یہ سارا کام Drug Inspectors and Health Department کا ہے، وہاں پر FIA جو وزارت داخلہ کے تحت آتی ہے، اس کا بہت crucial role ہے۔ ان دونوں نے مل کر coordination سے یہ کام کرنا ہے۔ میں Senate Standing Committee on Interior کا رکن ہوں۔ مجھے اسی spurious drug issue پر Convener بنایا گیا تھا۔ چار مہینے میں ہم لوگوں نے مختلف stakeholders سے تین چار meetings کر کے، چاہے اس میں Ministry of Interior, Ministry of Health or FIA Officials تھے، تمام کے ساتھ، Pharmaceutical Companies کے ساتھ meetings کر کے ہم لوگوں نے اپنی set of recommendations and final report main Committee کو ارسال کر دی ہے۔ اگر آپ اس کی باریکیوں میں جائیں تو یہ نہایت خطرناک گروپ ہے اور میں پروفیسر خورشید صاحب کی نہایت ادب کے ساتھ مکمل حمایت بھی کرتا ہوں، ان کی بات کی توثیق بھی کرتا ہوں کہ یہ under world کا ایک بہت بڑا مافیا ہے۔ ایک الزام لگایا جاتا تھا کہ Pharmaceutical Companies اس میں ملوث ہیں تو شاذ و نادر شاید ہو سکتی ہیں لیکن اس میں زیادہ تر ملوث نہیں ہیں۔ یہ وہ criminal mafia ہے، جو اس سے فائدہ اٹھاتا ہے کیونکہ اس میں بہت loop holes ہیں اور کون سے ہیں؟ Drug بننے کے وقت اس کی warranty ہوتی ہے، اس کی warranty کا follow up کوئی بھی نہیں کر رہا۔ یہ Drug Inspectors کا کام ہے۔ یہاں پر corruption کا element درمیان میں آجاتا ہے تو وہ جو set of recommendations ہیں، میں

اپنے چیئرمین طلحہ محمود سے درخواست کروں گا اور اگر آپ اجازت دیں تو آپ کا پیغام بھی ان تک پہنچاؤں گا کہ وہ set of recommendations فوری طور پر House میں lay ہونی چاہئیں اور ان پر عملدرآمد کیا جائے اور آج جتنے ممبران بھی اس میں in put دیں گے، ان کو ہم welcome کرتے ہیں اور وزارت صحت کا فرض بنتا ہے کہ وہ جو غریب معصوم لوگ spurious drugs کی وجہ سے مرتے جا رہے ہیں اور ان اموات، جن کا ذکر بھی کوئی ان ایوانوں میں نہیں کرتا، کم از کم Health Ministry کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنی پالیسی کو تبدیل کرے اور اسے revamp کرے اور فوری طور پر پاکستان کے عوام کو ریلیف پہنچائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: حاجی غلام علی صاحب۔

سینیٹر حاجی غلام علی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ آج ہمارے محترم سینیٹر حسیب صاحب ایک اہم موضوع ایوان میں بحث کے لیے لائے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس وقت پورے ملک اور خصوصاً پشاور جو صوبہ سرحد کا دارالخلافہ ہے، سے گزشتہ ایک ماہ میں تین چار cases اخبارات میں report ہوئے ہیں کہ injection لگنے سے ایک نوجوان، ایک نوجوان بیٹی، ماں ہلاک ہو گئیں۔ مجھے علم نہیں کہ وزارت نے اس قسم کے کیسوں پر کوئی action بھی لیا ہو۔ جب اس طرح کے cases پر action نہیں لیا جاتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں پوچھنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ لوگ مزید طاقت ور بنتے جا رہے ہیں۔ ہم ہر روز واویلا کرتے ہیں کہ دہشت گردوں نے blast کر دیا اور پانچ، دس آدمی شہید کر دیے گئے، اس کی ہم مذمت کرتے ہیں لیکن ان لوگوں پر ہم نے کوئی توجہ نہیں دی، جو روزانہ ہزاروں آدمیوں کو موت کی نیند سلاتے ہیں۔ ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ میں وثوق سے آپ کو کہتا ہوں کہ پشاور میں اکثر ڈاکٹر یہ کہتے ہیں کہ ہسپتال کے سامنے جتنی دکانیں ہیں، ان میں سے ایک دکان میں بھی معیاری ادویات نہیں ہیں۔ کسی ایک بھی دکان میں معیاری ادویات نہیں ہیں، نمبر ایک۔

دوسرا یہ ہے کہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ غریب عوام کو اگر صحت کی سہولت مہیا نہیں کر سکتی تو ان کو وہ چیز تو مہیا کر دے۔ اگر آپ ایک دکان سے ایک packet capsule خریدتے ہیں تو وہ آپ کو دو سو روپے میں دیتا ہے۔ آپ کو فہرست فراہم کر سکتا ہوں، اگر آپ وہ Pfizer Company کی دکان سے لیں تو آپ کو ایک سو بیس روپے کا مل جائے گا۔ یعنی وہ ۸۰ فیصد زیادہ

قیمت وصول کر رہے ہیں اور اس پر قیمت دو سو روپے لکھی ہوتی ہے اور Company shop پر اس کی قیمت ایک سو بیس روپے ہوتی ہے۔ جو شخص emergency میں ہو گا کیا وہ company shop پر جائے گا اور اس سے خریدے گا؟ اس لیے میں وزیر صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اس پر بھی توجہ دیں۔ ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ ہم ادویات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور یہ ہمارا اور اس ایوان کا حق ہے لیکن گزشتہ دو ماہ سے پورے ملک سے اخبارات کے ذریعے یہ reports بھی سامنے آئی ہیں کہ ڈاکٹروں کی غفلت کی وجہ سے بچے کے ایک ہاتھ میں نقص تھا اور دوسرے ہاتھ کا آپریشن کر دیا گیا۔ ایک ٹانگ میں نقص تھا اور دوسری جو صحیح ٹانگ تھی، اس کو توڑ دیا۔ اگر ہسپتالوں میں ڈاکٹر یہ کریں گے، جعلی ادویات ملیں گی، زرعی اجناس پر ہونے والا spray پانی ہو گا تو یہ ملک کس طرح ترقی کرے گا؟ کون اس کا والی وارث ہو گا؟ یہ ملک، یہ system ministers اور افراد سے چلانا خام خیالی ہے۔ اس لیے ایک پالیسی کے تحت، قانون کی حکمرانی سے چلانے کی طرف ہمیں توجہ دینا ہو گی کہ لوگ قانون سے ڈریں اور قانون کے خوف سے کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ اگر آج آپ کہتے ہیں کہ ہمارے منسٹر صاحب شریف آدمی ہیں تو کیا ہم بدمعاش آدمی کو لائیں گے؟ پھر لوگ مطالبہ کریں گے کہ اس ایوان میں بھی بدمعاشوں کو لایا جائے۔ یہ ایوان شریف آدمیوں کی جگہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہماری پالیسی ایسی ہونی چاہیئے کہ نہ کوئی ڈاکٹر غلط کام کر سکے اور نہ کوئی جعلی زرعی ادویات بنانے والا غلط کام کر سکے۔ جناب چیئرمین! حکومت سے میری یہ درخواست ہے کہ اگر آپ غریب عوام کا اپنے آپ کو ذمے دار ٹھہراتے ہیں تو کم از کم ہسپتالوں میں جو ادویات آپ خریدتے ہیں، اس کے لیے ان ٹینڈروں سے لفاظی والی باتوں کو فائلوں سے نکال کر پاؤں تلے روندنا ہو گا۔ ہم ان کمپنیوں کو pre qualify کریں جو صحیح اور اصلی ہیں اور ان میں ہم ان کے درمیان ٹینڈر کریں۔ جب آپ صحیح چیز کے لیے ٹینڈر کریں گے اور آپ کا پروگرام یہ ہو کہ سب سے low کو ہم accept کریں گے تو وہ آپ کو چاک اور چونا دے گا۔ آپ مہربانی کر کے ان کمپنیوں کو، جو ملک کے معیار، قانون، ضابطے اور تمام چیزوں کے مطابق ہیں، ان کو qualify کریں خصوصاً ہسپتالوں کے لیے، ان سے ادویات خریدیں۔ دوسرا یہ کہ اس rate پر بھی آپ توجہ دیں۔ تقریباً ایک سو ادویات کی فہرست ہے، اگر آپ کہیں تو میں یہ آپ کو دے دوں گا، اگر وہ آپ دکان سے خریدیں گے تو چار سو روپے میں خریدیں گے اور اگر آپ Pfizer Company کی shop سے خریدیں گے تو -/280 روپے میں خریدیں گے تو اتنا زیادہ margin غریب لوگوں سے لینا بہت زیادتی ہے۔ اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔ میرے بھائی کہتے ہیں کہ FIA, Police, NAB اور فلاں ہے۔ یہ

ادارے جن لوگوں کے لیے بنائے گئے ہیں، یہ ان لوگوں کے تعاقب میں نہیں ہیں۔ یہ ادارے ایوان کے 10,15 آدمیوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ ان کو دباؤ اوران کو ضمیر فروش بناؤ، FIA بھی ان کے پیچھے لگی ہے اور Minister بھی اس آدمی کو داد دیتے ہیں جو مخالف کو زیادہ دباتا ہے اور دبانے والے پھر ایوان کے رکن بنتے ہیں۔ میرے ساتھ جیل میں جتنے لوگ تھے سارے ایوان کے رکن بنے ہیں۔ آج اس ملک میں لوگ مشرف کا نام نہیں لے سکتے، آج اس ملک میں لوگ کسی جلسے میں ضیاء الحق کا نام نہیں لے سکتے، کیوں؟ اس لیے کہ اس وقت یہی تھے جنہوں نے لوگوں کو جیلوں میں ڈالا۔ شکر الحمدللہ، یہ جمہوری ملک ہے، آج جمہوری حکومت ہے۔ آج لوگ تڑپتے ہیں اور ان کے لیے hospitals میں جگہ نہیں ہے۔ میں Minister صاحب سے ایک request کروں گا کہ اگر ہم میں عقل کی کمی ہے تو ہمیں نقل نہیں کرنی چاہیئے، ہم Parliamentarians کے آئے روز باہر کے ملکوں میں دورے ہوتے ہیں، کیا کوئی نقل کرکے ان کی کوئی اچھی چیز لایا، دیگر ممالک کے ہسپتالوں میں جائیں، ان کے سکولوں میں جائیں، آپ حیران رہ جائیں گے۔ آپ ہمارے hospitals میں جائیں، میں Minister صاحب کو request کروں گا کہ کسی ہسپتال میں جائیں، گاؤں کے hospitals نہیں، آپ لاہور کے hospital میں جائیں، پشاور کے hospital میں جائیں، دارالخلافہ کے hospital میں جائیں، آپ کو ایک ایک bed پر پانچ، پانچ بچے ملیں گے۔ تین، تین بچے ملیں گے اور اکثر اسی دارالخلافے کے hospital میں آپ کو زمین پر، دری پر مریض ملیں گے۔ ان کے بھائی نے glucose کی تھیلی ہاتھ میں لی ہوتی ہے یعنی ہم 50 روپے کا stand بھی نہیں خرید سکتے کہ glucose اس پر لٹکا دیں۔ ہمیں شرم آتی ہے جب ہم hospital میں جاتے ہیں بلکہ میں پرسوں LRH hospital میں گیا تو وہاں پر باہر بیٹھے ہوئے لوگوں نے مجھے کہا کہ حاجی صاحب! خدا کے لیے جو LRH hospital کی نالی ہے، ہم 300,400 لوگ مریضوں کی تیمارداری کے لیے بیٹھے ہوتے ہیں، اس میں اتنے مچھر ہیں کہ ہم پوری رات حتیٰ کہ دن کو بھی نہیں بیٹھ سکتے یعنی اس hospital کا Chief Executive, M.S اور دوسرے لوگ اتنے لاتعلق ہیں کہ وہ spray تک نہیں کر سکتے، spray پر کتنا خرچہ آئے گا، میرے خیال میں سالانہ 2 لاکھ روپے آئے گا، اگر آپ ایمانداری سے خرچہ کریں۔

جناب چیئرمین: آپ conclude کر لیجیئے۔

سینیٹر حاجی غلام علی: اس لیے میری request ہو گی کہ آپ اس کے لیے ایک mechanism بنائیں۔ ٹھیک ہے کہ FIA, police کے ساتھ ساتھ ہمیں عوام سے بھی اپیل کرنی چاہئیے کہ اس طرح اگر کوئی دو نمبر کی ادویات بناتے ہیں یا جو بھی غلط کام کرتے ہیں تو اس کو پکڑنے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی آپ کو فون کرے کہ میرا ہمسایہ یہ کام کرتا ہے تو آپ police کو فوراً کہہ دیتے ہیں۔ میں جب کونسلر تھا تو میں نے فون کیا کہ فلاں گھر والا heroin بیچتا ہے۔ میں نے ابھی فون بند نہیں کیا تھا، میں حلفاً کہتا ہوں ، یہ83 کی بات ہے کہ باہر گھنٹی بجی اور آدمی آیا کہ آپ نے police کو فون کیا ہے کہ یہ powder بیچتا ہے، یہ دو منٹ میں ہوا تو اس طرح بھی نہیں ہونا چاہئیے۔ آپ کو چاہئیے کہ ان لوگوں کے خلاف action لیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ یہ ایک جمہوری حکومت ہے، عوام کی فلاح و بہبود پر توجہ دے رہی ہے۔ ہم یہ بات اس لیے کرتےہیں کہ جتنا درد میرے دل میں ہے، شاید ہو سکتا ہے کہ اس سے ہزار گنا زیادہ درد Ministry کے دل میں ہو تو اس اچھائی کے لیے کوئی لائحہ عمل طے کرنا چاہئیے۔ ان لوگوں کو کسی نہ کسی طرح سزا دینی ہے، اگر جزا سزا کا عمل نہ ہو تو پھر اسی طرح system چلتا رہے گا اور پھر ملک کا جو بھی حال ہو، وہ سب کے سامنے ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! میں ایک دفعہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ سلیم سیف اللہ صاحب۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بڑا اہم موضوع ہے اور فاضل اراکین نے تقاریر کی ہیں، بڑی اچھی تجاویز پیش کیں اور نشاندہی بھی کی ہے ۔ جناب چیئرمین! یقیناً جو صحت اور medicines کا شعبہ ہے، انسان اس پر کیا کہہ سکتا ہے، میرے خیال میں اتنی بری حالت کبھی نہیں دیکھی جو آج ہے۔ جناب چیئرمین! ہم اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ خودکش حملہ ہوا اور کراچی سے لے کر خیبر تک اتنی معصوم جانیں ضائع ہوئیں، اگر آپ ہسپتالوں میں صحت کے اعداد و شمار جمع کرنا شروع کریں تو اس سے کئی گنا زیادہ لوگ اس لیے زندگی کھو بیٹھے ہیں کہ نہ ان کے لیے مناسب ادویات ہیں اور نہ ان کے لیے مناسب health care ہے۔ جناب چیئرمین! America اور چین کی مثال ہے کہ یہ آج کل دو super powers ہیں، President Obama نے ایک سال میں یہ مناسب سمجھا کہ health care بہت زیادہ ضروری ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں ان کی صحت اچھی ہے، وہ ایک امیر ملک ہے، ہسپتال ہیں، doctors

ہیں، یہاں سے لوگ America علاج کے لیے جاتے ہیں، ساری دنیا سے جاتے ہیں لیکن پھر ان کے صدر نے یہ مناسب سمجھا اور اس پر ایک سال debate کروائی، یہ نہیں ہے کہ کسی اور شعبے پر debate نہیں کی ہوگی لیکن health care کو انہوں نے جتنی اہمیت دی، اتنی اہمیت نہ افغانستان کو دی، نہ war on terror کو دی، میں یہ ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں۔

دوسری مثال چین ہے، ہم یہاں پر باتیں تو کرتے ہیں کہ سزا ہونی چاہیئے اور سزا اور جزا ہونی چاہیئے۔ جناب چیئرمین! you are an eminent lawyer, it is not the severity of punishment and it is certainty of conviction that is important. آپ اس ملک میں پھانسی دینا شروع کر دیں لیکن آپ نے اس پر عمل ہی نہیں کرنا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ آپ مہربانی کریں کہ آپ کے جو قوانین ہیں، ان پر عمل کیجیئے، کوئی کہتا ہے کہ نئے قوانین لائیں، سختی کریں۔ میں چین کی مثال پھر دیتا ہوں، بچوں کے لیے powder milk بنایا گیا، اس سے بچوں کی جانیں گئیں اور یہاں پر روزانہ کتنے بچوں کی جانیں جاتی ہیں، کسی کو کیا پرواہ ہے لیکن وہاں پر پھانسی کا حکم ہوا اور شاید آپ نے بھی سنا ہوگا کہ چین میں ان لوگوں کو پھانسی دی گئی جنہوں نے لوگوں کی زندگی اور صحت کے ساتھ کھیلنے کی کوشش کی۔ میں برطانیہ کی مثال بھی دے دیتا ہوں، mother of all democracies, ہم ہمیشہ برطانیہ کی ضرور مثال دیتے ہیں، برطانیہ میں صحت اور تعلیم کے شعبے کے لیے 20% of the budget of United Kingdom goes to health and education, ہم یہاں پر کتنا بجٹ دیتے ہیں۔ مخدوم صاحب! آپ ذرا تشریف رکھیں۔ آپ مخدوم صاحب کو کیوں برا بھلا کہتے ہیں، اب تو autonomy کی باتیں ہو رہی ہیں، autonomy ہو جائے گی، صوبوں کی بات کریں، اسلام آباد میں جو 10 لاکھ لوگ رہتے ہیں، ان کی کیا بات کرتے ہیں، جو 17 کروڑ لوگ صوبوں میں رہتے ہیں، ان کی بات کریں۔ ہمارے زاہد خان صاحب یہاں پر موجود نہیں ہیں، انہوں نے بات کی ہے، اب صوبہ KP کہیں گے، صوبہ NWFP سے KP ہو گیا ہے تو آپ اپنے صوبہ KP میں کم از کم کچھ کریں، آپ مخدوم صاحب پر کیا اعتراضات کر رہے ہیں اور میں آج کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔ وفاق میں کیا ہے لیکن وزیر صاحب کو ایک تجویز ضرور دوں گا کہ petrol ایک ضروری شے ہے اور آپ نے اس کے لیے OGRA بنا دی ہے، television بھی ضروری ہے، اس کے لیے PEMRA بنا دی ہے، بجلی بھی ضروری ہے، آپ نے NEPRA بنا دی ہے، banks بھی ضروری ہیں، ان کے لیے regularity بنائی ہے لیکن صحت ضروری ہے، ہم اس کے لیے آج تک کوئی regulatory body

نہیں بنا سکے۔ ہم نے اپنے دور میں بھی کوشش کی لیکن جناب چیئرمین! یہ mafia اتنا مضبوط ہے اور میں دو سالوں سے سن رہا ہوں کہ موجودہ حکومت اس پر کام کر رہی ہے اور کرنا چاہتی ہے، کیوں نہیں ہو رہا، میں اس پر امید کرتا ہوں کہ مخدوم صاحب کچھ اظہار خیال کریں گے، there must be a drug regulatory authority اور وہ ایسی authority نہیں ہونی چاہیئے جو صرف دیکھے۔ میرے بھائی نے تقریر میں کہا کہ دوسرے ممالک میں ہمارے وفود جاتے ہیں۔ آپ دوسرے ملکوں کے ہسپتالوں کو دیکھیں۔ ہمارے ہاں ہسپتال میں اگر صحت مند بھی جائے گا تو بیمار ہو کر نکلے گا۔

جناب چیئرمین! آج اس گرانی کے دور میں ہم آٹا، چینی، دالوں، پٹرول، ٹرانسپورٹ کرایوں اور گھر کے کرائے کی بات تو کرتے ہیں لیکن سب سے ضروری انسان کی صحت ہے، وہ بجلی کا بل نہیں دے گا، روٹی ایک وقت کی کھا لے گا لیکن دوائی اس کے لیے ضروری ہے۔ آج دوائی کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ علاج کے لیے جاتے ہیں تو پہلے Specialist 500/=, 600/= روپے فیس لے لیتا ہے، پھر دو تین ہزار روپے کی دوائیاں آتی ہیں۔ ایک عام آدمی جس کی 7 یا 8 ہزار تنخواہ ہے وہ کہاں سے ہزاروں روپے کی دوائی لے گا۔ آپ کو پتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ ایک اچھی بات ہے کہ ہم اپنے والدین کا بھی خیال رکھتے ہیں اور بچوں پر بھی ہمارا خرچ آتا ہے۔

جناب چیئرمین! میرا کوئی لمبی تقریر کرنے کا ارادہ نہیں ہے، آج بھی تقریریں ہوں گی لیکن پتا نہیں اس پر آگے کیا عمل ہو گا۔ جب تک ہماری صحت ٹھیک نہیں ہو گی تو کچھ نہیں ہو گا۔ ہم ناراض ہوتے ہیں کہ کرکٹ اور ہاکی ہار رہے ہیں، ہم squash champion نہیں رہے، ہمارے players کی صحت ہی نہیں ہے۔ آپ Australian, Canadian and American players کے ساتھ ہمارے players کو کھڑا کریں اور دیکھیں کہ وہ کیا کھیلیں گے۔ خدارا ہمیں اس شعبے کو تقویت دینی چاہیے، بجٹ اور جگہوں سے کاٹ کر تعلیم اور صحت کی بنیادی ضروریات کے لیے بڑھایا جائے۔ ہم نے اگر اس کی طرف توجہ نہ دی تو اس ملک کو بہت زیادہ نقصان ہو گا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ الیاس بلور صاحب۔ جناب منسٹر صاحب! ذرا توجہ دیجیے۔

Buledi sahib, you are violating the rules, you are very senior Senator. Please don’t do that.

Senator Ilyas Ahmad Bilour: Thank you very much Mr. Chairman. I am really grateful that you gave me time.

میرے دوستوں نے بڑی اچھی باتیں کیں اور چند دوستوں نے کچھ ایسی باتیں بھی کیں جو کہ ملک کی industries کے خلاف جاتی ہیں لیکن جیسے پروفیسر خورشید صاحب نے کہا کہ ہر چیز کا ایک مافیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہاں Pepsi بھی دو نمبر بنتی ہے، ہمدرد کا شربت روح افزا بھی دو نمبر بنتا ہے۔ ہمیں بزرگ کہتے تھے کہ کاروبار میں بے ایمانی کرو گے تو کامیاب نہیں ہو گے، ایمانداری سے کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے کام میں برکت ڈالے گا۔ آج کل لوگوں نے یہ سیکھ لیا ہے کہ وہ راتوں رات کروڑ پتی بننا چاہتے ہیں۔ جناب چیئرمین! جب میں فیڈریشن کا president بنا تو سب سے پہلے مجھے بنگلہ دیش کا Ambassador ملنے کے لیے آیا، میں نے کہا we are getting a lot of medicines in Peshawar from India because انہوں نے dilation programme کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا no, no, ہم آپ سے 71 میں آزاد ہوئے ہیں، آپ کا جو dilation programme تھا ہم وہ لے کر گئے ہیں، وہاں ہم نے dilation programme کیا ہے اور ہمارے ہاں totally raw material بنتا ہے۔ وہاں دوائی سستی ملتی ہے کیونکہ وہاں raw material بنتا ہے۔ ہم raw material totally import کرتے ہیں، ہمارے ہاں Ministry of Industry میں، Ministry of Health کے جتنے بھی لوگ آتے رہے ہیں وہ پیسے لیتے رہے ہیں اور ان کو extensions دیتے رہے ہیں۔ پاکستان میں 20% بھی basic raw material نہیں بنتا اور یہ totally import ہوتا ہے۔ جہاں تک ہماری میڈیسن کی انڈسٹری کا تعلق ہے تو میں آپ کو دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ 99.9% اچھی ہے، اس میں میری کوئی انڈسٹری نہیں ہے لیکن میں آپ کو یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت جو انڈسٹری چل رہی ہے وہ تھوڑا بہت کچھ export بھی کر رہی ہے اور locally بھی بنا رہی ہے۔ ایک دوست نے کہا کہ 75% ملک کی requirement پوری کر رہی ہے اور 25% multinationals ہیں۔ اب اگر آپ multinationals کو لے لیں تو وہ بھی مال باہر سے منگا کر یہاں صرف packing کرتے ہیں، وہ گولیاں اور کیپسول تو باہر سے نہیں منگواتے، وہ یہاں packing کر کے اپنی مہر لگا کر بیچتے ہیں اور جو چیزیں local industrialist ایک روپے کی بیچ رہے ہیں وہ پانچ روپے میں بیچتے ہیں کیونکہ اس کا نام Pfizer, Welcom, Abbott ہے، وہ اس وجہ سے پیسے کما رہے ہیں۔ جہاں تک دو

نمبر دوائیوں کا تعلق ہے تو یہ ضرور ملک میں ہیں اور وہ industrialist نہیں بنا رہے، وہ ایک مافیا ہے ،اس مافیا کو پکڑنا چاہیے اور وہ مافیا ہر جگہ میں ہے۔

میں نے اس دن سینیٹ کی کامرس کمیٹی میں یہ انکشاف کیا کہ ہمارے ملک میں دو نمبر گھی بن رہا ہے۔ جناب! used vegetable oil آتا ہے، دوسرے ملکوں کا جو used vegetable oil ہے اس میں ہو سکتا ہے سور کا تیل بھی ہو۔ وہ used vegetable oil کراچی میں گھی کے ڈبوں میں mix ہو کر بکتا ہے حالانکہ وہ allow نہیں ہے، declaration کچھ اور کرتے ہیں اور استعمال used oil کرتے ہیں۔ ہم نے اپنی کمیٹی میں یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ جو گورنمنٹ نے 50ہزار ٹن کی lubricants used allow کی ہیں، it should not be imported. یہ تو hazard ہے، ہماری population کے لیے تباہی ہے۔ دو نمبر کام کرنے والے ضرور ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ یہاں ہمارے Interior Minister جنرل بابر صاحب ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے ، وہ ایک narcotics کا bill لا رہے تھے، میں یہاں بیٹھا ہوا تھا اور میرا خیال ہے پروفیسر خورشید صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے۔ میں نے کہا کہ اس وقت کوئی narcotics کا قانون ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہے، میں نے کہا کہ میں تو کل کراچی ہو کر آیا ہوں، کراچی میں بندر روڈ پر کورٹ کے باہر لوگ بیٹھے ہیروئین پی رہے ہیں، وہ قانون implement کیوں نہیں ہوتا، اس قانون پر in letter and spirit implementation میں عمل ہو تو کوئی بے ایمانی نہیں ہو گی۔ ڈرگ کا قانون 1976 کا ہے اور اگر اس پر in letter and spirit implementation ہو تو میرا نہیں خیال کہ ہمیں کسی اور قانون کی ضرورت ہو گی۔ ہمارے industrialist کی بد قسمتی یہ ہے کہ کسی وقت کوئی کہتے ہیں کہ منسٹر صاحب کے پاس سفارش لے کر جاؤ اور وہ کس چیز کی کہ جو ڈبی پر مہر لگنی ہے کہ اگر وہ آگے یا پیچھے لگ گئی تو اس پر چالان ہوتا ہے، چالان کوئٹہ میں ہوتا ہے، پشاور کی فیکٹری ہے، اس کے Directors 10 ہیں اور دس کے دس Directors کے unbailable warrant issue ہو جاتے ہیں۔ ہر چیز کا کوئی راستہ ہوتا ہے، آپ اس پر in letter and spirit implementation کریں لیکن اگر میں monthly Drug Inspector کو پیسے دوں تو میری کوئی بھی چھوٹی موٹی یا بڑی غلطی کوئی نہیں پوچھے گا۔ کسی طریقے سے سسٹم کو ٹھیک ہونا چاہیے، ہمیں 62سال ہو گئے ہیں لیکن ہمارے ہاں سسٹم نہیں چل رہا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ کبھی ایک آمر آتا ہے، کبھی دوسرا آمر آتا ہے اور کبھی تیسرا آمر آتا ہے۔ اگر شہاب الدین صاحب صحیح کام نہیں کریں گے تو next time جب یہ الیکشن میں جائیں گے تو ان کو ووٹ نہیں ملے

گا۔ ان سب چیزوں کا حل جمہوریت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر جمہوریت ہو گی تو تب یہ ملک آباد ہو گا اور اگر کوئی bureaucracy and dictatorship آئے گی تو یہ نہیں ہو گا۔ میں اپنے ذہن کے مطابق عرض کرتا ہوں کہ جو Drug Inspectors ہیں وہ بھی غلط ہیں۔

جناب چیئرمین: کافی speakers باقی ہیں، نام دیتے چلے جا رہے ہیں speakers are increasing. اس لئے میں نے سوچ کر یہ بات کی ہے۔ آپ مکمل کر لیں۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے صوبے میں اور پاکستان بھر میں یہ انڈسٹری بڑی positively کام کر رہی ہے اور اس انڈسٹری کا کوئی قصور نہیں ہے۔ جو دو نمبر مافیا ہے اس کو پکڑا جائے اور اس کے خلاف اقدام کیا جائے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے اور دوبارہ نہیں کرنا چاہتا کہ شربت بھی بن رہے ہیں، پیپسی بھی بن رہی ہے اور دو نمبر گھی بھی بن رہا ہے تو اس میں فیکٹری والوں کا کیا قصور ہے؟ Drugs Inspector کا جو قانون ہے تو میں شہاب الدین صاحب سے request کروں گا کہ یہ قانون بہت غلط ہے۔ اگر کسی کمپنی کے ایک نوکر نے غلطی سے مہر غلط لگا دی اور اس کا چالان ہو گیا تو پورے کا پورا خاندان، اس کمپنی کے جتنے ڈائریکٹرز ہیں اور Bail before arrest کرائیں گے تو آپ خود بتائیں کہ پھر کیا کاروبار ہو گا؟ Multi nationals کو تو کوئی نہیں پوچھتا۔ ان کی دو ایک روپے کی چیز چار روپے میں فروخت ہوتی ہے۔ پاکستان کی اپنی جو کمپنیاں ہیں ان میں improvement کرنی چاہیے۔ آپ تھوڑی مہربانی کریں اور ان کے لئے اپنا ہاتھ ذرا ہلکا رکھیں۔ میں حقیقت کہتا ہوں کہ اگر آپ Drug Inspectors پر مہربانی کر لیں، اپنے اوپر مہربانی کر لیں اور ان کی منتھلی باندھ دیں تو کوئی بھی انسپکٹر نہیں آئے گا۔ میں دو تین چیزیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی اہم چیز جس طرح پروفیسر صاحب نے کہا کہ جو دو نمبر مافیا ہے اس مافیا کو کنٹرول کریں اور یہ صرف سسٹم سے کنٹرول ہو گا اور کسی ذریعے سے نہیں ہو گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی عبدالرحیم مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: شکریہ جناب چیئرمین۔ جعلی ادویات کا مسئلہ بہت اہم ہے اور اس کے لئے زیادہ وہ دوست بات کر سکتے ہیں جو اس کے بارے میں خصوصی طور پر جانتے ہوں اور ان کا profession ہو۔ ہم layman کی حیثیت سے صحت اور دوائی کے بارے میں بات تو کر سکیں گے لیکن پھر بھی اس طرح نہیں ہو سکتی۔ جناب والا عام تجربہ ہے کہ انڈیا کی دوائی کا معیار بھی ہے اور یہ

بہت سستی ہے ۔ ہماری جو کمپنیاں یہاں دوائیاں بناتی ہیں ان کا معیار بھی کم ہے اور قیمت بہت زیادہ ہے بلکہ ان کی قیمت کئی گنا زیادہ ہے بمقابلہ انڈیا اور یہ بات اصل میں سمجھنے کی ہے کہ یہ کیسے ہے؟ جس حد تک ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ basic policy پر یہ منحصر ہے ۔جناب والا، دنیا میں لوگ حفظان صحت کے لئے دوائی کے معیار کو اولیت دیتے ہیں۔ یہ بنیادی چیز ہےاور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم نے ملک کے شہریوں کے لئے صحت کا مکمل انتظام کرنا ہے۔ کیا ادویات ان کو صحیح مل رہی ہیں، مل سکتی ہیں، کیا ان کی قیمت اتنی ہو گی کہ عام آدمی باآسانی ادا کرسکے۔اس حوالے سے ہماری حکومت کی پالیسی کیا ہے۔ہماری حکومت یہ نہیں سمجھتی کہ عام آدمی کی صحت کا خیال رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اسی طرح تعلیم کی بات ہے۔آپ دیکھیں کہ اب پھر نام انڈیا کا ہی آرہا ہے، وہاں سستی اور کوالٹی کی کتابیں دستیاب ہیں اور ہمارے ہاں کتابیں اور دوسری جو چیزیں تعلیم کے حوالے سے ضروری ہیں وہ بہت ہی مہنگی ہیں ۔ عام آدمی کے پاس اتنے وسائل ہی حاصل نہیں کہ وہ ان کو خرید سکے ۔ آپ دیکھیں جو ہم مافیا کی بات کر رہے ہیں ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ باقاعدہ ان کے ایجنٹ ڈاکٹروں کے پاس آتے ہیں، دوائی کا نمونہ دیتے ہیں اور ساتھ ہی ایک عدد گاڑی کی چابی بھی کمپنی کی طرف سے تحفے میں دیتے ہیں ۔ یہ بات ساری دنیا کو معلوم ہے۔ ڈاکٹر صاحب آج یہاں ہیں تو کل یورپ کے دورے پر کمپنی کی طرف سے جاتے ہیں اور وہاں کمپنی نے ان کے رہنے، کھانے پینے کا انتظام کیا ہوتا ہے۔ یہ بالکل عام پریکٹس ہے اور اسی وجہ سے جو دوائی کی کوالٹی ہے وہ معیاری نہیں ہوتی۔آدمی کو حیرت ہوتی ہے کہ آرڈر دیتے ہیں دوائی کے لئے تو اس میں صرف ایک specification میں ایک فیصد کم اور زیادہ کرتے ہیں اور اس سے کمپنیوں والے لکھ پتی بنتے ہیں ۔جہاں تک دوائی کا مسئلہ ہے تو وہ عوام کے لئے دوائی نہیں زہر قاتل تیار کرتے ہیں اور یہ تمام ملک میں ہو رہا ہے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا تدارک کرے اور جس طرح سلیم سیف اللہ صاحب نے حوالہ دیا چین کا کہ وہاں بچوں کے لئے جو دودھ بنتا ہے اس کا معیار صحیح نہیں تھا تو اس کی تیاری میں ملوث تمام افراد کو موت کی سزا دی گئی۔ کیا ہم ایسا کرسکتے ہیں، کیا ہمارے ملک میں ایسا ہوسکتا ہے؟ نہیں جناب! ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہاں قانون کی پاسداری نہیں ہے۔ صحت ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ جس طرح تعلیم کے بارے میں اصلاحاتی کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ تعلیم سولہ سال تک مفت اور لازمی ہے۔اسی طرح صحت کے لئے بھی کوئی سفارش اس اصلاحاتی کمیٹی میں ہوتا کہ اس کا معیار عوام کے لئے بہتر بنایا جائے اور عام آدمی کو مفت دوائی مہیا ہوسکے۔

جناب والا، جب ہم ایسا نہیں کریں گے ، اپنی فکر کو صحیح نہیں کریں گے تو یہ جو آج کی پوزیشن ہے۔ یہ وزیر صاحب کے بس کی بات نہیں ہے یہ باقاعدہ ایک سسٹم کا مسئلہ ہے ۔اس کے لئے کوئی خاص پالیسی بنانی چاہیے اور فنڈ مہیا کیا جائے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عام آدمی کی صحت کے لئے معیاری ادویات کا بندوبست کرے اور اس کی ضمانت دے، کیا ضمانت دیں گے اگر دے سکتے ہیں تو یہ صحیح ہوگا اور اگر ہم صرف ایک وزیر تک یہ بات چھوڑیں تو وہ ایسی حالت ہوگی کہ جیسے پنجاب کے گورنر کو جو دوائی دی گئی تو بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دو نمبر تھی۔ دوسرے بڑے بڑے بااثر لوگ ان کے لئے بھی دوائی جعلی ہوتی ہے تو ہمارے عام لوگوں کی کیا حیثیت ہے۔ بہر صورت میں request کروں گا اپنے ایوان سے کہ اس حوالے سے ہم اپنی فکر صحیح کریں یعنی ہم عوام کی صحت کی ذمہ داری لیں اور اس کے لیے پھر معیاری ادویات ، قانون اور سزا و جزا کا تعین کریں۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ خالق پیرزادہ صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چیئر مین صاحب! آپ کی بہت مہربانی کہ آپ نے اس بڑے اہم اور نفیس موضوع پر مجھے بولنے کی فرصت عطا فرمائی۔ اس دنیا کی اکثر حکومتیں جب آتی ہیں اور اپنا منشور بیان کرتی ہیں تو وہ یہ کہتی ہیں کہ ہم سب سے زیادہ Defence کے بعد، تعلیم اور صحت پر محنت کریں گے اور ان کو ترقی دیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے پیدا فرمایا، اس میں دو چیزیں ہیں۔ ایک روح ہے اور دوسرا جسم ہے۔ تعلیم، روح کو غذا دیتی ہے اور جسم کو ادویات صحیح رکھتی ہیں۔ عربی کا ایک مقولہ ہے کہ الفکر السلیم فی الجسم السلیم کہ صحیح فکر صحیح جسم میں پیدا ہوسکتی ہے۔ اگر قوم کا جسم ہی خراب ہوگا تو وہ صحیح سوچنے کے قابل بھی نہیں رہتی ہے۔

اس دنیا میں دو ہی علوم ہیں۔ علماء نے یہ لکھا ہے کہ اگر علوم کو مختصر طور پر بیان کیا جائے تو علوم کی صرف دو قسمیں ہیں۔ ایک علم الادیان ہے اور دوسرا علم الابدان ہے۔ ایک دینوں اور فکروں کا روحانی علم ہے اور دوسرا جسمانی علم ہے۔ لہٰذا ہر عقلمند حکومت یہ کہتی ہے کہ ہم صحت پر بڑی محنت کریں گے، صحت کو بڑی ترقی دیں گے، صحت کے میدان میں عوام کی بڑی خدمت کریں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان اللہ خلق لکل داء دواء کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لیے ایک دوائی پیدا فرمائی ہے۔ اسی لیے جسم کی بڑی اہمیت ہے اور جن قوموں کے جسم ہی مریض ہوتے ہیں، وہ

قومیں کوئی صحیح کام نہیں کرسکتیں۔ ان 63 سال میں ہم نے اتنی ترقی کی کہ ہم فکری دہشت گردی کے ساتھ ساتھ، معالجاتی دہشت گردی، ادویاتی دہشت گردی، ماحولیاتی دہشت گردی، اخلاقی دہشت گردی اور دہشت گردی کی کوئی ایسی قسم نہیں ہے جس کے ہم شکار نہیں ہیں۔

آج ہمارے بھائی عبدالحسیب خان صاحب نے ادویاتی، معالجاتی اور جسمانی دہشت گردیوں کی شکار اس مظلوم قوم پر جو فکری حملے کیے اور جو بیان آیا جس پر انہوں نے تبصرہ کیا، اس کی ایک بڑی خاص قسم کی وجہ ہے۔ اس کی وجہ ایک بہت بڑا درد ہے کہ ملک میں جو لوگ صحیح کام کر رہے ہیں، ملک میں جو کچھ خاندانی غیرت مند لوگ، صحیح دوائیاں بنا رہے ہیں، ملک میں جو محنت والے لوگ کروڑوں روپے خرچ کر کے ایک کارخانہ بناتے ہیں اور پچاس ساٹھ سالہ ان کا صحت میں اور طب میں اور medicine میں، medical میں تجربہ ہوتا ہے، یا اس کے باپ دادا، نانا اور جتنے بھی رشتے دار ہیں وہ سب بڑے بڑے ڈاکٹر یا طبیب یا حکیم ہوتے ہیں، ان کے تمام تجربات کو اکٹھا کرکے، ایک آدمی اپنے سارے خاندان کے پیسے جمع کر کے ایک فیکٹری بناتا ہے کہ میں اپنی قوم کو ایک بہترین دوائی کسی ایک یا دو امراض کے لیے مہیا کروں۔ اس کے مقابلے میں ایک آدمی اپنے گھر میں بیٹھ کر، چند رنگ ملا کر، چند مٹیوں کو ملا کر، ایک دس پندرہ ہزار روپے کی مشین خرید کر، اس کے مقابلے میں گولیاں اور پیکنگ شروع کر کے، پورے ملک کے اندر انسپکٹروں سے مل کر یا حکومت سے مل کر یا حکومت کے کارندوں سے مل کر، وہ اس دوائی کے مقابلے میں اپنی ایک جعلی دوائی کو پیش کرتا ہے جو کہ انسان کے لیے دہشت گردی کا سب سے بڑا نمونہ ہوتی ہے اور وہ اچھے بھلے آدمیوں کو بھی بیمار کر دیتی ہے، مسئلہ یہ ہے۔

اس وقت یہ بات نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں اچھی دوائی نہیں بنتی، یہ بات نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں اچھے حکیم نہیں ہیں، یہ بات نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں اچھے ہومیو پیتھک ڈاکٹر نہیں ہیں، یہ بات نہیں ہے کہ ہمارے ہاں مرض کی اچھی تشخیص نہیں ہوتی ہے یا اچھے ڈاکٹر نہیں ہیں۔ ہمارے ڈاکٹروں سے، ہمارے compounders سے، ہمارے دوائی بنانے والوں سے، دنیا کے بڑے بڑے ملک اور بڑی بڑی کمپنیاں بہت بڑے فوائد اٹھا رہی ہیں لیکن چونکہ یہاں اچھی دوائی بنانے والے، اچھے ڈاکٹر کی دل شکنی ہوتی ہے، اس کی کوئی پزیرائی نہیں ہوتی یا اس کا جو پیسا خرچ ہوتا ہے اس کو وہ بازار میں بیچ کر اس کا بدل اور نعم البدل نہیں ملتا، اس دل شکنی کی بنا پر ایک بہت بڑی دہشت گردی ادویات کے میدان میں پیدا ہوئی اور یہ سب سے بڑا جرم انتظامیہ کا ہے۔ سب سے بڑے دہشت گرد ہمارے دوائیوں کے inspectors ہیں۔ اگر ان کا صحیح علاج کر دیا جائے اور آج تین

انسپکٹروں کو پھانسی لگا دی جائے تو ملک کے اندر کسی گھر، کسی محلے میں غلط دوائی بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہمارا ایک بہترین حاکم یہ کہتا ہے کہ آج کے بعد اگر تمہارے علاقے میں کوئی قتل ہوا تو ہم پولیس انسپکٹر کو پکڑیں گے، اگر آج حکومت یہ اعلان کر دے کہ جس انسپکٹر کے علاقے میں غلط دوائی بنتی ہوئی پکڑی گئی، اس انسپکٹر کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا، میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ پورے پاکستان میں کسی کی جرات نہیں ہوگی کہ غلط دوائی بنا کر یا غلط پیکنگ کر کے لوگوں کی صحت اور لوگوں کے جسموں کا مذاق اڑایا جائے۔ لہٰذا حکومت کو آہنی ہاتھوں کے ساتھ ان کے خلاف کارروائی کرنا ہوگی جیسا کہ دہشت گردوں کے بارے میں آپ کھڑے ہو کر، ببانگ دہل دعوے کرتے ہیں، ہم نے دہشت گردی کو ختم کر دیا، ہم نے ان کے اڈے اڑا دیے، آؤ آج وزیر صاحب! جناب قبلہ زرداری صاحب سے جا کر یہ بات کرو اور قبلہ وزیراعظم صاحب سے یہ بات کر کے اجلاس میں ہمیں آپ آئندہ بتائیں کہ ہم نے وعدہ کر لیا ہے کہ آج کے بعد پورے ملک کے اندر کسی inspector کی یہ جرات نہیں ہوگی کہ وہ اپنے علاقے کے اندر غلط دوائی بننے کی کسی کو اجازت دے، اس سے پیسے لے یا لوگوں اور عوام کے جسموں سے ایسے کھیلے۔ اگر جسم صحیح نہیں ہونگے، فکر صحیح نہیں ہوگی۔ اگر فکر صحیح نہیں ہوگی، ملک صحیح نہیں ہوگا۔ اگر ملک صحیح نہیں ہوگا، قوم صحیح نہیں ہوگی۔ اگر قوم صحیح نہیں ہوگی، سینیٹ صحیح نہیں ہوگی۔ اگر سینیٹ صحیح نہیں ہوگی، اسمبلی صحیح نہیں ہوگی، حکومت بھی تباہ اور سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: آپ اس وقت قوم کے ایک بہت بڑے ذمہ دار ہیں۔ صرف یہ نہ سمجھیں کہ آپ کی گاڑی پر جھنڈا لگ گیا اور آپ وزیر صحت بن گئے۔ نہیں، جیسے ایک بڑے مولانا، بزرگ، مفتی اعظم سے پوچھا جاتا ہے کہ تم دینی فکر کے ذمہ دار ہو، ایسے ہی تم ہماری جسمانی صحت کے ذمہ دار ہو۔ آؤ، آج ہی بلاؤ ملک کے تمام inspectors کو اور حکومت سے وعدہ کرو کہ جس inspector کے علاقے میں غلط دوائی بنی، اس کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ کل اور زیادہ اچھی دوائیاں بنتی ہیں یا نہیں اور لوگوں کی صحت اچھی ہوتی ہے یا نہیں۔

اس سلسلے میں آپ وزارت ماحولیات سے بھی coordination رکھیں کیونکہ ایک بڑی mafia جراثیم پھیلا رہی ہے اور ملک کے اندر گند پھیلا رہی ہے تا کہ لوگ زیادہ بیمار ہوں۔ ہاں ہاں، اس

بات کا یقین کریں۔ آج تو لوگ کہتے ہیں کہ جی ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہوئے تھے، دعا کر رہے تھے کہ یا اللہ محلے والوں کو بیمار فرما، میرا کاروبار چمکا۔ محلے والے بہت زیادہ بیمار ہوں تو ان کو daily دوائیاں دلاتا کہ زیادہ profit کمایا جاسکے۔

یہ چند معروضات ہیں۔ باقی چونکہ وقت نہیں ہے، اس سے پہلے کہ آپ مجھے فرمائیں کہ پیر بھائی، بس کردو، یہ بنیادی باتیں ہیں، ان پر ذرا غور فرمائیں۔

جناب چیئرمین: سیمیں صاحبہ۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ میں اپنی بات کا آغاز ایک حدیث شریف سے کروں گی کہ صفائی ایمان کا جزو ہے۔ ساری بیماریوں کی جڑ اور دواؤں کی ضرورت تب پڑتی ہے جب انسان صفائی ستھرائی کا خیال نہیں رکھتا اور اس کو شعور نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے ہمیں صفائی ستھرائی کے بارے میں اپنے عوام کو جو لاعلم ہیں، شعور دینے کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! اب میں اصل topic کی طرف آتی ہوں۔ ہم بات کر رہے ہیں جعلی ادویات کی، جو ہمارے ملک کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ جعلی ادویات زیادہ تر کچی آبادیوں میں بنتی ہیں۔ میں بدنامی کی بات نہیں کر رہی لیکن میں کراچی کی ایسی کچی آبادیوں کے بارے میں جانتی ہوں جہاں جعلی ادویات بنتی ہیں۔ ہمیں اس کی روک تھام کے لیے بہت سخت اقدام اٹھانے چاہییں۔

جناب! یہاں Drug Inspectors کی بات کی جاتی ہے، اگر کسی آدمی کی ضروریات اس کی تنخواہ سے پوری نہیں ہوتیں تو لامحالہ وہ رشوت کی طرف جائے گا۔ اگر ہم انہیں بہتر package دیں تو Drug Inspectors بھی صحیح طور پر اپنی ڈیوٹیاں سرانجام دے سکتے ہیں۔ جناب والا! ہم جڑ کی طرف نہیں جاتے، ہم ہر مسئلے کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں جبکہ ہمیں چاہیے کہ ہم مسئلے کی جڑ تک پہنچیں اور اسے جڑ سے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ میری یہ تجویز ہے کہ جس طرح حکومت کے ہسپتالوں میں ادویات کی کمی ہوتی ہے اور ادویات ہسپتال کے through جاتی ہیں، جس طرح حکومت نے utility stores بنائے ہیں اسی طرح حکومت کو چاہیے کہ government medical stores بنائے اور وہ stores غریبوں کو discount rates پر ادویات مہیا کریں، جیسے Benazir Income Support Programme کے card holders ہیں ان کو بھی discount rates پر ادویات فراہم کی جائیں، اس سے یہ ہوگا کہ وہ لوگ جعلی ادویات خریدنے سے بچ جائیں گے۔ جعلی ادویات سستی ہوتی ہیں، عوام کی

پہنچ میں ہوتی ہیں، عوام کو شعور ہی نہیں ہے کہ جعلی ادویات سے کیا نقصانات ہوتے ہیں اور کون سی companies جعلی ادویات بنا رہی ہیں؟ ہمیں چاہیے کہ ہم electronic media and print media کے ذریعے ان companies کی lists جاری کریں جو Ministry of Health یا متعلقہ ادارے کے ساتھ registered ہیں تاکہ لوگوں کو پتا چلے کہ یہ وہ companies ہیں جو جعلی ادویات نہیں بناتیں، ان کی ادویات صحیح ہیں اور لوگ انہی companies کی ادویات خریدیں بجائے اس کے کہ unknown companies کی ادویات خریدیں۔

جناب والا! اگر میں دوائی خریدنے کے لیے کسی medical store پر جاتی ہوں تو پہلے میں کمپنی کا نام دیکھتی ہوں کہ دوائی کس کمپنی کی ہے؟ جب میرے علم میں آتا ہے کہ کوئی unknown company ہے تو میں اس کی دوائی کبھی نہیں خریدتی، کیونکہ مجھے علم ہے کہ جعلی ادویات بنائی جاتی ہیں اور جعلی کمپنیاں موجود ہیں۔ ہمیں یہی شعور عام آدمی کو دینے کی ضرورت ہے۔ جناب چیئرمین! آج کل ایک بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے، جس کا وزارت صحت کو notice لینا چاہیے کہ جب آپ ٹی وی لگائیں تو آپ کو اشتہاروں کی بھرمار نظر آئے گی، herbal medicines, sliming کے لیے ادویات، جسم کی چربی پگھلانے کے لیے ادویات، دنیا بھر کی ادویات، ڈاکٹر خود آتے ہیں وہ علاج اور ادویات کو recommend کرتے ہیں۔ ہمیں اس کی روک تھام کرنی چاہیے۔ لوگ جاتے ہیں اور وہ ادویات خرید کر استعمال کرتے ہیں، ان ادویات کے side effects بھی ہوتے ہیں۔ وزارت صحت کو چاہیے کہ جو ڈاکٹر حضرات اس طرح کے paid advertisements میں آتے ہیں، ان ڈاکٹروں اور ان ادویات کی چھان بین کی جائے، اس سے بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچ رہا ہے، بیماریاں بڑھ رہی ہیں اور لوگ مر رہے ہیں۔ جناب والا! اس کی روک تھام اور ان TV advertisements کا کوئی check ہونا چاہیے۔

جناب والا! ایک اور اہم خبر ہے کہ جتنے بھی Federal Government کے ہسپتال ہیں وہ صوبائی حکومتوں کو دیے جا رہے ہیں۔ میرا وزارت صحت سے سوال ہے کہ اگر آپ وفاقی حکومت کے ہسپتالوں کو صوبائی حکومتوں کو دے رہے ہیں تو صوبائی حکومتوں کے پاس جو ہسپتال موجود ہیں ان کی حالت پہلے ہی اتنی خراب ہے تو یہ وفاقی حکومت کے دیے ہوئے ہسپتالوں کو کیا maintain کریں گی۔ میری تجویز ہے کہ وفاقی حکومت کے جو ہسپتال ہیں ان کو وفاقی حکومت کے تحت ہی ہونا چاہیے۔ ایک تو ان کے ملازمین کا مسئلہ ہے جو وفاقی حکومت کے ملازمین ہیں ان کا بھی مسئلہ کھڑا ہو جائے گا، آپ ان کو کہاں پر adjust کریں گے؟

جناب والا! ہمارے ہاں smuggling کا بھی بہت مسئلہ ہے۔ انڈیا سے بڑی تعداد میں ادویات smuggle ہو رہی ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ locally manufactured ادویات مہنگے داموں بک رہی ہیں اور جو انڈیا سے smuggle ہو کر آرہی ہیں وہ سستے داموں بک رہی ہیں۔ میں ایک دوا کا نام آپ کو بتاتی ہوں جو پاکستان میں available ہے اس کا نام voltral ہے، یہ درد کی دوا ہے اور یہ انڈیا سے بھی smuggle ہو رہی ہے۔ آپ مارکیٹ میں جائیں شیمپو سے لے کر کون سی ایسی چیز ہے، ھاجمولا ہمارے پاس کیسرین بھی بنتی ہے، کارمینا بھی بنتی ہے لیکن لوگ ھاجمولا لیتے ہیں کیونکہ وہ انڈیا سے آتی ہے۔ ہمیں ادویات کی smuggling جو بھارت سے ہو رہی ہے ان کی روک تھام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ میں یہ کہوں گی کہ یہاں پر سلیم سیف اللہ صاحب نے drug authority کی بات کی ہے، میں اس کو second کرتی ہوں، اس طرح کی authority ہونی چاہیے اور ایک ایسی authority ہونی چاہیے جو ٹی وی پر آنے والے ایسے اشتہارات اور جعلی ادویات کو check کرے، ان سے ہمیں بہت نقصان پہنچا ہے۔ یہاں پر بہت ساری ایسی کمپنیاں ہیں جو بہت اچھی ادویات بنا رہی ہیں۔ ہماری local ادویات بھی بہت اچھی ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ ہمارے سر پر یہ بھوت سوار رہتا ہے کہ باہر کی چیز زیادہ اچھی ہوتی ہے بہ نسبت اپنے گھر کے۔ اس چیز کو control کیا جائے اور drugs smuggling کو روکا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: ہارون صاحب، I think very little time is left for you to speak about it.

سینیٹر ہارون خان: جی! I know. Thank you Mr. Chairman! میں آپ کی اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنا چاہتا ہوں کہ جب میں نے کافی سال پہلے امریکہ میں کام شروع کیا I was just a very junior officer there تو میری ملاقات ایک بہت بڑی کمپنی کے president سے ہوئی تھی، میرے Boss نے مجھے کہا کہ آدمی جتنا اوپر جاتا ہے اس کا attention, span and focus بہت limited ہوتا ہے۔ اگر آپ پہلے پینتالیس سیکنڈز میں اپنا point اس کو نہ سمجھا سکے تو وہ چھت کو دیکھنا شروع ہو جائے گا۔ اس وقت میرے ساتھیوں کی یہ حالت ہے، اس لیے میں پینتالیس سیکنڈز تو نہیں شاید ڈیڑھ منٹ لوں گا۔

جناب والا! یہ بہت serious معاملہ ہے۔ میرے ذہن میں ایک value addition کی بات تھی اور میں نے چاہا کہ میں یہ کہہ دوں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ spurious drugs کا effect کیا ہو سکتا ہے؟ کسی کو hepatitis B or C ہو، کسی کو ٹائیفائیڈ ہو، کسی کو infection ہو، بے شک throat infection ہو آپ اس کو غلط anti-biotic دیں یا ایسی anti-biotic دیں جس کا اثر نہ ہو، وہ آپ کے lungs میں جا سکتا ہے۔ Specially life saving drugs which is a matter of life and death اگر اس moment پر پانچ منٹ کے اندر اس کو صحیح قسم کی دوائی، صحیح potency میں نہ پہنچے تو مریض مر جائے گا اور یہاں پر کتنے مریض مرتے ہیں۔

(اس موقع پر ایوان میں نماز ظہر کی اذان سنائی دی)

جناب چیئرمین: جی ہارون صاحب۔

سینیٹر ہارون خان: شکریہ جناب چیئرمین! It is a reality that current ہماری inspectors and their supervisors, ہمارے system is not working, ہمارے government bodies, ہماری drug courts, ہماری FIA, اس سارے کا combination اور ابھی کچھ suggestions آئی تھیں کہ اس پر ایک regulatory body بنائی جائے تو it is not working. جیسا کہ میری colleague سینیٹر سیمیں صاحبہ نے کہا کہ we have to get to the root of the problem and root of the problem کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ پہلا آفیسر جو اس spurious drugs business میں interact کرتا ہے وہ کون ہوتا ہے؟ وہ ہمارا inspector ہوتا ہے۔ دنیا میں inspector بڑے level کی post ہوتی ہے۔ اس میں اور senior officer میں زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں بہت unfortunately inspector level junior, clerk type کا چنا جاتا ہے، جس کی تعلیم نہیں ہوتی اور اس کے limited resources ہوتے ہیں۔ اگر آپ دیکھیں کہ spurious drugs کہاں بک سکتی ہیں؟ کہاں پر بن سکتی ہیں؟ یا یہ فیکٹری میں بنے گی factory also comes under the inspectors, یا یہ دکانوں میں retail ہو گی۔ اگر ان دکانوں میں اور فیکٹریوں میں ہمارے انسپکٹرز random checking and random sampling کریں اور ہماری ایک laboratory صحیح ہو، اگر ہمارا یہ نظام چل جائے تو میرے خیال میں بہت بڑی regulatory authority بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہ بات اس لیے اتنے

Motorway Police کا experience اور confidence کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں Motorway Police کا experiment بڑا کامیاب ہوا ہے۔ وہ بھی ایک ایسا ادارہ بنا ہے جس کو آپ کرپٹ نہیں کہہ سکتے۔ آپ موٹروے پر جا کر ایک سو بیس کلومیٹر یا ایک سو پچیس کلومیٹر سے زیادہ چلا کر دیکھئے اور دیکھیں کہ آپ کو ٹکٹ ملے گا یا نہیں کیونکہ ان کا اپنا ایک stature ہے، ان کی اپنی عزت ہے۔ ان کو پیسے ملتے ہیں وہ اس سے اپنا گھر وغیرہ سب چلا رہے ہیں۔ اس کے اندر پنجاب گورنمنٹ نے actually سال پہلے بڑے اچھے اقدامات کیے تھے اور انہوں نے اس میں کافی screening کی تھی۔ میرے خیال میں ہمارے inspectors کی proper selection ہونی چاہیے۔ The whole process of selecting inspectors and their cadres. it has to be revamped. پڑھے لکھے لوگ، graduates, proper merit process سے آئیں، ان کو بہت اچھا package دیا جائے اور ان کو صحیح laboratories provide کی جائیں۔ اس کے بعد سزائیں ایسی دی جائیں جن سے لوگ punish ہوں کیونکہ میرے statistics کے مطابق، جو میں نے پڑھا تھا کہ لوگ کچھ پکڑے جاتے ہیں مگر سزائیں اس طرح ہوتی ہیں جیسے just like a slap on the face. سو ہمیں اپنا Drug Inspector system پورا revamp کرنا پڑے گا۔ Again, that is my final thing. اور اگر ہم اس طرح تقریریں کریں گے اور یہ سارا کچھ ہوگا، process چلتا رہے گا تو I don't think it would make any difference. میری Minister Sahib سے یہ گزارش ہے کہ اس سارے process کو دیکھئے۔ جب تک root پر پہلا آدمی جس نے پکڑنا ہوتا ہے اور offence report کرنا ہوتا ہے اس کو correct نہیں کریں گے تو میرا خیال ہے ہمیں اس سسٹم میں کوئی improvement نظر نہیں آئے گی۔

Mr. Chairman: Thank you جی فوزیہ صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ فخرالزمان: پہلے جو میں نے سوال کیا تھا وہ بڑا important ہے جی وہ گم نہ جائے اور موسم آ گئے ہیں پیراسیٹامول بنانے والے کے کیونکہ سب سے زیادہ وہی دوا استعمال ہوتی ہے اور اس میں کچھ گڑبڑ بھی ہے۔

جناب چیئرمین: اس کو نوٹ کر لیجئے پیراسیٹامول کے لیے۔

سینیٹر فوزیہ فخرالزمان: نمبر دو یہ ہے جی کہ اب سے دس سال پہلے میرا بیٹا این ڈبلیو ایف پی میں Health Minister تھا۔ اس کو fake دوائیاں بنانے والوں نے کروڑوں کی offer کی تھی۔ اس نے کہا کہ میں قاتل نہیں ہوں۔ وہ جب بے چارہ وزارت سے فارغ ہوا تو وہ مقروض تھا۔ ایک بات اور میں کہنا چاہتی ہوں کہ سیمیں نے کہا کہ انڈیا سے دوائیاں آتی ہیں بلکہ یہاں سے لوگ بہت بڑی تعداد میں انڈیا علاج کے لیے جا رہے ہیں کیونکہ ایک تو وہاں علاج سستا ہے اور پھر ڈاکٹر بڑے dedicatedہیں۔ ڈاکٹر تو ہمارے بھی بہت زیادہ expertہیں۔ یہ جب باہر کے ملکوں میں جاتے ہیں تو تہلکہ مچا دیتے ہیں کیونکہ وہاں دوائیاں fake نہیں ہوتیں۔ وہ تو ہم سے برداشت ہو جاتا ہے، کبھی لندن یا امریکہ یا چائنا، چائنا بھی ترقی کی دوڑ میں سب سے آگے ہے لیکن اب اس کو India follow کر رہا ہے۔ انڈیا ہمیں صرف جنگ میں ہی شکست نہیں دے رہا، اس نے صرف ہمارا پانی ہی بند نہیں کیا بلکہ اس چیز میں بھی ہمیں مار دے رہا ہے کہ ہمارے پاکستان سے لوگ انڈیا علاج کے لیے جا رہے ہیں اور پھر وہاں پر لندن اور امریکہ سے لوگ آرہے ہیں یعنی ادھر کے لوگ بھی انڈیا آرہے ہیں۔ یہ ہمارے لیے بہت شرم کا باعث ہے۔ دوائیاں fake نہیں ہوں گی تو شاید علاج بہتر ہو جائے گا۔

Mr. Chairman: Thank you, Mushahid Ullah Sahib, would you like to speak? جیسے آپ کہہ رہے ہیں کہ we are in the fagend. جیسے آپ کی مرضی۔ I can't take away your right.

سینیٹر مشاہداللہ خان: جی، جی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وہ تقریریں تو ہو گئی ہیں جی، اب تو میرا خیال ہے اذان بھی ہو گئی ہے۔

جناب چیئرمین: مختصراً بتا دیجئے۔

سینیٹر مشاہداللہ خان: میں اس لیے مختصراً ہی بتاؤں گا۔ میں Health کی Standing Committee کا ممبر بھی ہوں۔ وہاں بڑی briefings ہوتی رہتی ہیں اور وہ اتنی شاندار briefings دیتے ہیں کہ جس issue پر بھی briefing ہوتی ہے ایسا لگتا ہے کہ اس ملک میں صحت کا کوئی problem ہی نہیں ہے اور وہاں پر ایسا figure work ہوتا ہے کہ بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اگر آپ کو کچھ ادھر ادھر کا پتا نہ ہو، کوئی انجان آجائے اور سیدھا Standing Committee میں چلا جائے، اسے پاکستان کے بارے میں علم نہ ہو تو دنیا میں health care کے بارے میں پہلا انعام پاکستان کو ہی

جائے گا لیکن جو عملی صورت حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے - یہاں ہمارے بھائیوں اور دوستوں نے بتادیا ہے کہ کس طریقے سے جعلی دوائیوں کا کاروبار آج سے نہیں بڑے عرصے سے ہو رہا ہے- دوائی کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ مریض کو آرام آئے- میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک میں جو دوائیاں بکتی ہیں وہ اس لیے بکتی ہیں کہ بیماریاں پیدا کی جائیں تاکہ مزید دوائیاں بکیں اور مزید بیماریاں پیدا ہوں اور لوگوں کے پیٹ موٹے ہونے شروع ہو جائیں-

اب یہاں بہت ساری باتیں ہو رہی تھیں کہ مافیا ہیں- مافیا تو ہر جگہ ہیں لیکن ان مافیا کو کنٹرول کون کرے گا؟ اس ملک میں قوانین موجود ہیں- قوانین پر کوئی عمل درآمد کرنے والا نہیں ہے- میں یہ کہنا چاہتا ہوں ، مخدوم شہاب الدین صاحب ہمارے وزیر صحت ہیں- میں ان کی تعریف بھی کرنا چاہتا ہوں- میں نے ان کے ساتھ ایک meeting کی شیخ زید ہسپتال کے معاملے میں- انہوں نے جتنا pain لیا میں یہاں floor of the House پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے خوشی ہوئی کہ کوئی ایسا شخص یہاں پر موجود ہے- یہ genuinely اس سلسلے میں پوری Standing Committee خود لاہور لے کر گئے اور جس طریقے سے وہاں کے معاملے کو انہوں نے handle کرنے کی کوشش کی، ان کا اس میں کوئی ذاتی مسئلہ نہیں تھا لیکن صرف خدمت کا جذبہ تھا- آدمی کو بڑی خوشی ہوتی ہے کہ ایسے ماحول میں کہ جب دوسال سے پورے ملک میں کرپشن کا بازار گرم ہے، کوئی اس کرپشن کو روکنے والا نہیں ہے- ان سے پچھلے جو وزیر صحت تھے انہوں نے اللہ کے فضل و کرم سے پانچ سو پینتالیس دوائیاں صرف تین کمپنیوں کی رجسٹر کروادیں ، پانچ سو پینتالیس- اب ذرا سوچیں- میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ ہوا کیا ہوگا، اس کے پیچھے ڈرامہ کیا ہوگا- ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان سے پوچھا جاتا کہ بھئی تم نے یہ کیا کیا ہے؟ لیکن ان کا قلمدان change ہو گیا اور وہ آج کل کرکٹ کھلارہے ہیں، ہاکی کھلارہے ہیں اور دیگر گیمز کھلا رہے ہیں- مجھے بتائیں کہ پھر کیسے یہ مسئلہ حل ہوگا؟ جب ہم کوئی action نہیں لے رہے اور اس level پر اگر کچھ نہیں ہوگا، وزیروں کے level پر کوئی action نہیں ہوگا تو نیچے کیا ہوگا- Drug inspectors کی بات ہو رہی تھی- وہ تو ایک چھوٹا سا آدمی ہوتا ہے- اس کا تو کام یہ ہے کہ کسی گھر میں جعلی ادویات کی فیکٹری لگی ہوئی ہو تو وہ اس پر پہرہ دے- وہاں دوائیاں بنیں- وہ بازاروں میں آئیں- کچھ اس کو مل جائے، کچھ وہ اوپر انہیں پہنچادے جو مافیا بنا ہوا ہے، جو chain ہے- تو مسئلہ یہ ہے جناب والا! حالانکہ Act موجود ہے، قوانین بھی موجود ہیں- میں آپ کو بتاؤں کہ یہاں پر جو بار بار بات ہوتی ہے کہ نئے قوانین بننے چاہییں- آپ تو بڑے قانون دان ہیں- قانون ایسی کوئی خاص چیز

نہیں ہوتی۔ قانون یہ ہے کہ قانون پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ قانون تو سارے اچھے ہوتے ہیں۔ اس میں تھوڑی بہت کوئی پریشانی ہوتی ہے لیکن بحیثیت مجموعی جتنے قوانین بنائے جاتے ہیں وہ تمام بڑے اچھے ہوتے ہیں لیکن ان پر عمل در آمد نہیں ہوتا۔ عمل درآمد نہیں ہوگا تو پھر یہی ہوگا۔ Drug Inspectors کی ذرا جائیدادیں تو چیک کریں Drug Inspectors کی اور پھر اس سے اوپر ہوتے ہوتے ان وزیروں تک بھی پہنچیں کہ جنہوں نے اس ملک کو بدحال کیا ہے۔

میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ابھی میں نے پچھلے دنوں PIMS سے اپنا آپریشن کرایا۔ میرا ایک سیکریٹری ہے اتفاق سے اس کی Mother-in-Law بھی وہیں داخل تھیں۔ اس کے گھٹنے میں کچھ نیا عضو ڈالنا تھا۔ اس نے مجھے آکر ایک بات بتائی۔ میں حیران رہ گیا۔ دیکھیں ہم اگر PIMS کو کنٹرول نہیں کر سکتے تو باقی پورے ملک کا حشر کیا ہوگا؟ کہ اس نے مجھے یہ کہا کہ جناب کل ان کا آپریشن ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، اللہ خیر کرے۔ اگلے دن وہ آیا اور بتایا کہ ایک دکان دار اس مریضہ کے کمرے میں کھڑا ہوا ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے کہ یہ لسٹ ہے، حالانکہ دکاندار کی ہمت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ ہسپتال میں داخل بھی ہو لیکن وہ کمرے میں کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے اور ڈاکٹر بھی کہہ رہا ہے کہ یہ لسٹ ہے، چالیس ہزار روپے کی دوائیاں ہیں۔ یہ آپ فلاں دکان سے جا کر لے آئیں تو ہم آپریشن کر دیتے ہیں۔ وہ ذرا پڑھا لکھا آدمی ہے۔ وہ اس کو سمجھتا بھی ہے۔ اس کی بیوی بھی ڈاکٹر ہے۔ اس کے خاندان میں دس بارہ ڈاکٹر ہیں۔ اس نے کہا کہ میں خود لے آؤں گا۔ آپ یقین کریں یہ میرا ذاتی تجربہ ہے اور یہ ڈیڑھ دو مہینے پہلے کا واقعہ ہے۔ وہی چالیس ہزار کی دوائیاں اسی اسلام آباد سے اس نے پندرہ ہزار روپے میں خریدیں۔ یہ PIMS کا حال ہے۔ یہ میں مخدوم صاحب! آپ کو بتا رہا ہوں۔ یہ میرے ذاتی مشاہدے کی بات ہے۔ میں سنی سنائی بات نہیں کر رہا۔ میں نے اکثر وہاں آپریشن تھیٹر کے باہر دیکھا ہے کہ لوگ اتنے اتنے بڑے ڈبے دوائیوں کے لے کر آتے ہیں بھاگے بھاگے بے چارے، کسی مریض نے تو آپریشن والا لباس بھی پہنا ہوتا ہے اور وہ ڈبے لے کر آتے ہیں وہاں پر۔ ان بے چاروں کو پتا ہی نہیں ہے کہ کون سی دوائی ہے۔ ہے یا نہیں ہے۔ ان دوائیوں سے میں ٹھیک ہوں گا یا نہیں ہوں گا۔ اسے یہ بھی نہیں پتا۔ وہ شعر ہے ناں کہ

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

اسی عطار کے لونڈے کے پاس ہم جاتے ہیں اور وہی دوائیاں لے رہے ہیں جس نے کوئی اثر نہیں کرنا۔ 1976 کا ایکٹ بنا ہوا ہے۔ بہترین comprehensive Act ہے، یہ جو Drug Act ہے۔ اس پر عمل درآمد ہی کوئی نہیں کرتا۔ اب عمل درآمد نہیں کریں گے تو کیا ہوگا۔ آپ مجھے بتائیں پورے ملک میں کرپشن ہو رہی ہے۔ کسی ایک موٹی مچھلی کو پکڑا ہے ان پورے دو سالوں میں کہ جس نے پی آئی اے کو لوٹا ہو، سٹیل مل کو لوٹا ہو، بنکوں کو لوٹا ہو، پٹرولیم کمپنیوں کو لوٹا ہو۔ اب تو petroleum companies کے areas بک رہے ہیں اور پٹرولیم کمپنیوں کے ریجنل مینجر پندرہ، پندرہ، بیس، بیس کروڑ میں وہاں پر اپنی transfers کرا رہے ہیں۔ اللہ جانے کس کو پیسے دیتے ہیں، کس کو نہیں دیتے۔ پتا سب کو ہے لیکن گھمبیس ماری ہوئی ہے اور سب سے زیادہ جن کی تعظیم ہے ان کا نام تو لیا جاتا ہے بڑی بڑی تقریروں میں، جن پر کرپشن کے الزامات ہیں، ان کے نام لیے جاتے ہیں، ان کو یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ تم سے زیادہ نیک آدمی ہی کوئی نہیں ہے بجائے اس کے کہ اس کی investigation کی جائے اس لیے کہ یہاں ایک اور سلسلہ چل پڑا ہے کہ جناب الزام ہے، ثابت تو نہیں ہوا ہے۔ کوئی چور یہ کہنے کو تیار نہیں ہے کہ میں نے چوری نہیں کی۔ وہ کہتا ہے کہ ثابت کرکے بتاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چوری میں نے کی ہے لیکن آپ ثابت نہیں کر سکتے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ میں نے چوری نہیں کی۔ بھائی بات یہ ہے کہ ہر چوری تو پکڑی بھی نہیں جاتی لیکن چوری آپ کے سامنے ہو رہی ہوتی ہے، قتل ہو رہے ہوتے ہیں، لوگ بری بھی ہو جاتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ وہ قاتل نہیں ہیں یا چور نہیں ہیں اور یہ common sense کی بات ہے کہ آپ کو اگر یہ معلوم ہے اور خاص طور پر آپ عام آدمی کو چھوڑ دیں، حکومتوں کے جو اعمال ہوتے ہیں، ان پر اگر الزام آجائے تو اس کی تو ایسی تفتیش ہونی چاہیے، اس کے خلاف ایسا احتساب ہونا چاہیے کہ کسی نچلے کی جرات نہ ہو لیکن ہم ان drug inspectors کو کہاں تک روئیں گے۔ اب بات یہ ہے کہ اچھے لوگ بھی ہیں، ایسا نہیں ہے کہ سارے برے ہیں، برائی سر چڑھ کر بولتی ہے۔ ایک سو آدمیوں میں دس آدمی گندے کھڑے ہوں تو پتا لگتا ہے کہ ہر طرف برائی ہی برائی ہے۔ میں کراچی کے لوگوں کو جانتا ہوں اور ادھر پنجاب میں بھی ہیں، بڑے بڑے ایماندار لوگ یہ کام کر رہے ہیں، ان کی فیکٹریاں ہیں۔ ان کی دوائیاں بھی ٹھیک ہیں لیکن دوائیاں تو آج کل گھروں میں بن رہی ہیں۔ ابھی بلور صاحب یہاں تشریف فرما ہیں، انہوں نے بتایا ہے کہ وہاں ایک دکان ایسی نہیں ہے جہاں پر ایک نمبر دوائی ملتی ہو۔ یہ تو ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ اب سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو کس نے ٹھیک کرنا ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: ابھی وزیر صحت صاحب اس کا جواب دیتے ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر مشاہد اللہ خان: ان دوائیوں میں تو وہی شعر تھا جو میں نے سنا دیا ہے۔ اسی طرح یہ ہے کہ

دوا سے فائدہ ہوگا، نہ ہوگا زہر قاتل سے۔

زہر بھی جو یہاں ہے اس میں بھی ملاوٹ ہے۔

دوا سے فائدہ ہوگا نہ ہوگا زہر قاتل سے
مرض کی کیا دوا ہے یہ کوئی بیمار کیا جانے

جناب چیئرمین: شکریہ۔ بیگم نجمہ حمید صاحبہ۔

سینیٹر بیگم نجمہ حمید : جناب چیئرمین! میں مشاہد اللہ صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میرے گھر کے سامنے ہولی فیملی ہسپتال ہے۔ وہاں پر لاکھوں کا سکینڈل پکڑا گیا ہے، سروسز ہسپتال میں وہاں کے principal involve ہیں۔ وہاں کے سب لوگ involve ہیں لیکن یہ ہے کہ جو چھوٹا طبقہ ہے اس کو انہوں نے پکڑ رکھا ہے ابھی سزا نہیں سنائی لیکن میں سمجھتی ہوں کہ جو لوگ دوائیوں میں ملاوٹ کرکے لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتے ہیں، باقی کرپشن جو ہوتی ہے وہ کسی کی جان نہیں لیتی، وہ تو کرپشن ہوتی ہے۔ وہ کرپشن کرنے والے جانیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات جانے لیکن دوائیوں کی ملاوٹ میں جو لوگ ملوث ہیں، اس میں سارے بڑے بڑے لوگ ملوث ہیں لیکن وہ پکڑتے بھی چھوٹوں کو ہیں، ان کی بھی تھوڑا بہت دے دلا کر ضمانت کرا دیتے ہیں۔ کہ دوائیوں میں ملاوٹ کرنے والوں کو ایسی عبرت ناک سزا دیں، وہ چاہے principals ہیں یا professors ہیں تاکہ کسی بھی ہسپتال میں کسی کو جرات نہ ہو کہ وہ دوائیوں میں ملاوٹ کرے اور جو ہیپاٹائٹس کے مریض ہیں ان کے ٹیکے باہر بھیجتے ہیں اور انہیں fake ٹیکے لگاتے ہیں۔ جو لوگوں کی زندگیوں سے اس حد تک کھیل رہے ہیں، یہ کوئی میں نہیں کہہ رہی، یہ اخباروں میں آیا ہے، اخبار کہہ رہے ہیں اور پوری دنیا کہہ رہی ہے اور یہ دنیا کے سامنے ہے۔ ان کو اتنی سزائیں دی جائیں کہ وہ عبرت کا نشان بنیں۔ اس سے ہسپتالوں کی کرپشن دور ہو سکتی ہے ورنہ نہیں ہو سکتی۔

Mr. Chairman: Gul Muhammad Lot Sahib! You have to say anything new?

Senator Gul Muhammad Lot: Sir, I will see, what I can say. Thank you very much for giving me this opportunity.

Mr. Chairman: For the last two hours, all the speakers have dilated upon every issue with regard to spurious drugs.

سینیٹر گل محمد لاٹ: I agree with you sir. میں صرف چھوٹی سی بات کروں گا First of all, I will appreciate کہ میرے ایک ساتھی نے دوائیوں کا جو اہم مسئلہ ہے اس پر تمام Senators کو debate کرنے کا موقع دیا ہے۔ جناب والا! میرے ساتھیوں نے اس موضوع پر بہت تفصیل سے بات کی ہے I very much appreciate کہ انہوں نے drug inspectors کی بات کی، جعلی دوائیوں کی بات کی اور of course جب سے ہماری حکومت آئی ہے تو ہماری حکومت کا focus on health and education رہا ہے کیونکہ اگر کسی معاشرے میں health and education پر کام نہ کیا جائے تو وہ ملک کبھی ترقی نہیں کر سکتا لیکن ایک چیز کا مجھے افسوس بھی ہے کہ ہمارے کچھ دوست یہاں پر اس قسم کے موقع کو بھی جہاں health جیسا important معاملہ discuss ہو رہا ہے تو اس پر بھی حکومت کو تنقید کا نشانہ بنانا درست نہیں۔ میرے خیال میں non-issues کی سیاست بہت ہو گئی، مجھے تو لگتا ہے کہ اٹھارویں ترمیم کے بعد ہمارے دوستوں کے پاس کون سا موضوع ہو گا کہ وہ بیٹھ کر ہم پر تنقید کریں گے۔ اب اور کوئی بات نہیں ہے تو اس قسم کے non-issues کو لے کر تنقید نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارے لیے یہ سب سے زیادہ important ہے کہ health پر کام کیا جائے اور مجھے خود اس چیز کا تجربہ ہے کہ یہاں سے اگر میں نے دوائیاں لیں تو they are not working as good, باہر کی دواؤں کے مقابلے میں، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہماری دواؤں کی کمپنیاں اچھی نہیں ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ایسی دوائیاں بک رہی ہیں جو کہ جعلی ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے لوگ بھی صحت مند نہیں ہو رہے ہیں۔ یہاں ہمارے ہاں کسی مریض کی surgery ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ایک antibiotic دوسری اور تیسری antibiotic دی جاتی ہے۔ آپ باہر دنیا میں جائیں اور دیکھیں، میں نے بھی سرجری کرائی ہے، کسی قسم کی کوئی antibiotic کی ضرورت نہیں

ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ہسپتالوں میں نہ صفائی ہے اور دوائیں بھی غلط ہیں۔ اگر ان چیزوں پر کام کیا جائے اور صحیح دوائیں بنائی جائیں تو ہمارا معاشرہ صحت مند ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ایسی بڑی industries, who are working very hard to give the good medicines in the market وہ بھی discourage ہوتی ہیں کیونکہ اگر ان کی دوائی صحیح quality کی ہے اور اس کے مقابلے میں مارکیٹ میں ایک substandard دوائی بک رہی ہے تو اس وجہ سے ظاہر ہے ان کمپنیوں کا بھی چلنا مشکل ہے they will be discouraged. Sir, I will not take too much time of the House لیکن میں یہاں اپنے وزیر صحت صاحب سے یہ request کروں گا کہ یہ بات بالکل درست ہے کہ وزارت صحت کے کچھ لوگ involved ہیں اس چیز کو back کر رہے ہیں، جو اس چیز میں اپنی duties ادا نہیں کر رہے ہیں۔ ان کو اپنی duty ادا کرنی چاہیے اور انسپکٹرز کی جگہ یا تو ہم کسی اور گریڈ کے ان سے بڑے افسر کو لے آئیں، یہاں ہمارے دوست سینیٹر ہارون صاحب نے موٹروے کی مثال دی yes, I agree کہ اگر ان لوگوں کو proper salaries دی جائیں، ان کو incentives دیے جائیں تو ممکن ہے کہ وہ ہمیں ایسا کارنامہ کر کے دکھا دیں اور جس جس علاقے میں، گاؤں میں، گھروں میں چھوٹی چھوٹی دواؤں کی فیکٹریاں ہیں، جہاں یہ substandard دوائیں بنتی ہیں، وہاں کے جو police inspectors or DSPs ہیں ان کو پابند کیا جائے کہ اگر آپ کے علاقے میں کسی قسم کی دواؤں کی ایسی کوئی فیکٹری پکڑی گئی تو آپ کو اس کی سزا دی جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے and we hope that انشاء اللہ ہم سب نے جو باتیں کی ہیں ان کا کوئی اثر ہو گا۔ ہمارے بہت ہی competent Minister Sahib اس کا جواب بھی دیں گے اور وہ اس کے لیے کچھ کریں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: سینیٹر کلثوم پروین صاحبہ۔ صرف دو منٹ میں فرمائیے۔

سینیٹر کلثوم پروین: میں آپ کے آخری دو منٹ لوں گی۔ ایک تو میں وزیر صاحب کی اس حوالے سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے شیخ زید ہسپتال کے حوالے سے جس طریقے سے pain لیا اور میرے ساتھ جس طریقے سے انہوں نے سفر کیا، میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے نہ صرف مجھ پر بلکہ میرے صوبہ بلوچستان پر ایک احسان کیا ہے۔ میرے آٹھ ضلعے اس ہسپتال سے مستفید ہوتے ہیں اور

وہاں کوئی چار، پانچ سو مریض روزانہ آتے ہیں۔ انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ اگلے دو مہینوں میں وہاں پر باقاعدہ operation theatre شروع ہو جائے گا۔

دوسری بات on the floor of the House میں کہنا چاہتی ہوں کہ میں نے وزیر صاحب کو ایک چیز recommend کی تھی کراچی کے ایک ہسپتال NICVD کے بارے میں، وہاں ایک project 70 crore rupees سے launch ہوا تھا جس کو مشرف صاحب نے شروع کیا تھا مگر وہ project ابھی تک complete نہیں ہے۔ Machinery آ گئی ہے، عمارت نہیں بنی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر جن لوگوں کو project director لگایا گیا تھا انہوں نے وہ تمام پیسا کھا کر ہضم کر لیا ہے اور وہ مشینری، آپ یہ سمجھیے کہ وہ کوڑیوں کے بھاؤ بھی کوئی نہیں خریدے گا۔ قوم کے ساتھ یہ بہت بڑا مذاق ہے۔ آج لوگ اپنے پیاروں کی لاشیں لے کر سڑک پر بیٹھتے ہیں کہ ان کو دوائی نہیں ملی، ان کی MRI نہیں ہوئی۔ کیا وہ پروجیکٹ جو شروع ہوئے تھے خدا کے واسطے! ان کو تو مکمل کرائیں۔ یہ وزیر صاحب کی ذمہ داری ہے کہ جو چیزیں کمیٹی recommend کرتی ہے وہ ان کو ذاتی طور پر دیکھیں اور ذاتی طور پر ان پر عملدرآمد کرائیں۔

دوائیوں کے حوالے سے عرض کروں گی کہ بہت اچھی کمپنیاں بھی ہیں اور بہت خراب کمپنیاں بھی ہیں مگر دوائیں بنانے والوں نے بڑی ترقی کی ہے۔ جن کی کبھی ایک فیکٹری تھی، آج ان کی چار چار فیکٹریاں ہیں۔ ان کے پیچھے بھی جو ہاتھ ہیں وہ بھی وزیر صاحب کے علم میں ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ یہ تمام issues ایک دن میں حل ہو جائیں گے، اس کے لیے Act موجود ہے، قانون موجود ہے، کمیٹی ہے، وزارت ہے اگر ہم ان مسائل کو حل کرنا اپنا مقصد اور aim بنا لیں تو وہ دن دور نہیں جب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جی وزیر صاحب۔

مخدوم شہاب الدین (وزیر برائے صحت): جناب! آپ کی بڑی کرم نوازی، آپ کا شکریہ، یہاں پر ایک بہترین debate ہوئی اور اراکین صاحبان کی آراء آپ نے سنی، میں نے سنی اور پورے ہاؤس نے سنی، انہوں نے بہت عمدہ باتیں کیں۔ اس سے میری سمجھ اور سوچ میں اضافہ ہوا۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ یہاں کی perception مختلف ہے اور جو perception دی جاتی ہے وہ مختلف ہے Now I have to undertake a different exercise altogether,

where actually lies the truth. It is number one. The number two is
کہ ظاہر ہے جو یہاں باتیں ہوئیں، جتنے میرے کرم فرماؤں نے باتیں کیں، انہوں نے اپنے ذاتی تجربے
سے کیں اور ان کا جو ذاتی مشاہدہ ہے، اس کو مد نظر رکھتے ہوئے کیں۔ میرے کرم فرما ہارون صاحب نے
بہت اچھی اور عمدہ بات کی he has put different tangents altogether that
certain things are functioning elsewhere, why can’t things function in
my Ministry? OK, he says that there should be a particular class of
Inspectors who should be recruited over here. They should be given
a special atmosphere, special incentives so that things start working
properly. یہ ان کا فرمان ہے۔ یہ بہت اچھی بات ہوئی۔ Sir, I would work on this. میں
ابھی اس پر جا کر paper تیار کرواؤں گا۔ میں ان کا شکر گزار ہوں، انہوں نے بہت اچھی بات کی۔
جناب چیئرمین! باتیں تو بہت ساری ہوئیں، میں note کرتا گیا لیکن اگر میں ان تمام پر اپنی
معروضات پیش کروں تو پھر بہت لمبی بات ہو جائے گی۔ چند باتیں ایسی ہیں جن کا میرے کرم فرماؤں
کو علم نہیں ہے، میں وہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین! میں ایک meeting اپنے کرم فرماؤں کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ میں
ہیلتھ منسٹری کی پوری ٹیم کو بلاؤں گا، ہم face to face بیٹھیں گے اور جو شکایات اور معاملات ہیں
ان کو discuss کریں گے۔ میں ابھی دفتر جا رہا ہوں اور میں آج ہی جا کر اس کی inquiry کروں گا
کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ دوائیوں والے دکاندار ہسپتالوں and I will personally look into it
میں پہنچ جائیں اور کہیں یہ میری دوائی ہے، یہ لے لو اور اس میں doctors شامل ہوں۔ جناب!
I am so sorry, this has just come to my knowledge right now. I am
really sorry that such things are happening something which is
appallingly bad, it should not happen over there. لیکن جناب! دو تین اور
باتیں بھی آپ کو بتا دوں کہ میں PIMS کئی دفعہ گیا ہوں، میں نے inspection بھی کی ہے، ان کی
بھی چند مصیبتیں اور شکایات ہیں، ان کے problems ہیں۔ سب سے بڑا problem میں نے اپنی
آنکھوں سے دیکھا، وہ یہ ہے کہ آپ corridor کو دیکھ لیں، یہ میرے کرم فرما میرے ساتھ چلیں وہاں
جناب! ایک جم غفیر ہوتا ہے، ایک انبوہ کثیر ہوتا ہے۔ جناب! اس mob کو contain کرنا
بہت مشکل ہے۔

جناب والا! Drugs دو قسم کی ہوتی ہیں ایک spurious جس پر بات ہو رہی ہیں اور دوسری substandard ہے ان دونوں میں فرق ہے۔ spurious اور ہے اور substandard اور ہے لیکن جناب! یہ بات کہ

why this debate is occurring over here that is basically because our honourable Interior Minister, who is friend of yours and friend of mine and friend of everyone, he said and he has been wrongly quoted, I just had a word with him

کہ بھائی آپ نے یہ بات کی کہ

about 40−50 percent of the drugs available in the market are spurious. He said ‘no’, he gave a categorical reply to this saying ‘no, no’ he has not said that. He says that only the quakes operating in the country, their drugs are 40 to 50 percent spurious. This is what he has told me sir and I trust his statement. Number two sir, we have to be a little careful also. People from the medical association and Lahore Chamber of Commerce and Industries also came to me and they said the problem is, when somebody senior says a thing like that and the print media starts exposing them. What happens is, after all we are exporting drugs. We are exporting our drugs to 60 different countries.

ساٹھ ملکوں کو ہماری export 120 million dollars کی ہے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ spurious drugs ہیں اور ہم بیچ رہے ہیں اور ان کو export کر رہے ہیں، نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ بڑے بڑے hospitals لے لیں جیسے شفا ہے، شوکت خانم ہے اور private sector میں جو بڑے بڑے ہسپتال ہیں وہ سب یہ دوائیں استعمال کرتے ہیں۔ اگر یہ 40 to 50 percent drugs spurious ہوں تو پھر کوئی ان کو استعمال نہیں کرے گا۔ صرف problem یہ ہے کہ ہمارے competitors internationally ہیں۔ Sir, the competitors that we have وہ یہ کرتے ہیں کہ اسی کو وہ reflect کرتے ہیں اور ہمارے مال کو spurious قرار دے کر اسے reject کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔ So, this is where we suffer, we are walking on

a very tight rope. So, we have to be very particular and very careful about it. جناب گزارش یہ ہے اب Pakistan Pharmaceutical Manufacturers Association اور Pakistan Medical Association, Lahore Chamber of Commerce ان سب نے کہا کہ یہ statement غلط ہے۔ گزارش یہ ہے کہ اس statement کو آپ کیسے substantiate کر سکتے ہیں، کیا Interior Department کی طرف سے کوئی survey کیا گیا ہے، نہیں قطعاً survey نہیں کیا گیا، کوئی medical report or laboratory کی کوئی report ہے نہیں۔ وہ بار بار کہتے ہیں کہ جناب! میں نے یہ نہیں کہا، میں نے کہا ہے کہ جو quakes ہیں وہ کر رہے ہیں۔ آیئے جناب! اب quakes کیا کرتے ہیں، یہ بھی صحیح ہے substandard medicines بھی ہیں اور spurious بھی ہیں۔ جناب spurious drugs وہ ہوتی ہیں، میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔

جناب چیئرمین: Spurious کو ابھی تک کسی نے explain نہیں کیا۔

مخدوم شہاب الدین: میں explain کرتا ہوں۔ جناب! جس میں active ingredient صحیح معنوں میں نہ ہو اس کو spurious drugs کہتے ہیں اور substandard drug وہ ہوتی ہیں جو standard specification کے مطابق نہ ہوں۔ اب آپ کہیں گے کہ یہ standard specification کیا چیز ہے؟ میں نے پوچھا اور مجھے کہا گیا کہ we have three viables. ایک تو British Pharmacopia دوسری United States کی Pharmacopia اور تیسری International Pharmacopia ان تینوں کا اطلاق پاکستان میں ہوتا ہے اور جو specifications یہ دیتے ہیں ہم اپنی drugs کو اس کے مطابق بناتے ہیں۔ لہٰذا substandard وہ ہے جو ان specifications کے مطابق نہیں ہوتی۔ جناب میں بڑے وثوق سے کہہ رہا ہوں، یہ بات کرتے ہیں ہندوستان کی کہ ہندوستان میں یہ ہو گیا، وہ ہو گیا وغیرہ، دور کے ڈھول سہانے۔

جناب چیئرمین: حاجی عدیل صاحب اور زاہد صاحب شکایت کرتے ہیں کہ وزراء نہیں ہوتے لیکن آج وہ خود نہیں ہیں۔

مخدوم شہاب الدین: زاہد صاحب میرے کرم فرما ہیں اور میں ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ بہرحال گزارش یہ ہے کہ اب ہم نے 80 ہزار samples کو test کرایا جب کہ ہمارے

مقابلے میں، میں باآواز بلند کہہ رہا ہوں ہندوستان نے اپنی drugs 15000 کو test کروایا اور ہم نے 80 ہزار کو کراتے ہیں، آپ ذرا فرق دیکھ لیں۔ دوسری بات اس میں spurious کتنے نکلے 0.45% یہ میں مان سکتا ہوں کہ یہاں دوائیاں they are very costly یہ میں مانتا ہوں۔ یہ جناب غلط نہیں ہے۔ میں نے جس طرح عرض کیا ہے کہ یہ میرے کرم فرما اگر میرے پاس تشریف لے آئیں۔ جناب! ایک تاریخ مقرر کرلیتے ہیں۔ سب کو میں بھی بلالوں گا۔ جو تشریف لانا چاہتے ہیں آئیں بیٹھیں، مجھے educate کریں اور مجھے بتائیں۔ ہارون صاحب نے بہت اچھی بات کی ہے۔ I will take it and *Insha Allah* we will work on it. ہمارے خان صاحب نے بھی بہت عمدہ بات کی ہے۔ میں نے کہا کہ ابھی جا کر انکوائری کروں گا اور ایدھی کو بھی بلالوں گا۔ مجھے اگر اجازت دیں تو دو بجے۔ وہ بھی آجائیں اور آپ کو یہ کرکے دکھاؤں گا۔ آپ تشریف لے آئیں۔ مجھے آپ اپنی suggestions دیں۔ جناب! اب ڈرگ مافیا ہے۔ ٹھیک ہے۔ اب کہنے کو تو مجھے بھی علم ہے ڈرگ مافیا ہے۔ Please point it out to me and tell me میرے کرم فرما پیرزادہ صاحب اتنی زبردست تقریر کرکے تشریف لے گئے ہیں۔ میں ان کا بہت احترام کرتا ہوں۔ اتنی زبردست انہوں نے تقریر کی ہے کہ نواب بہادر یار جنگ کا زمانہ مجھے یاد آگیا۔

جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ یہ تشریف لے آئیں اور point out کریں کہ یہ ڈرگ مافیا ہے اور یہ لوگ کر رہے ہیں۔ میں جناب چیئرمین! اس ایوان کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ

جلاکے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین! گزارش ہے کہ ہم تو ایک عوامی پارٹی ہیں۔ ہم ایک مینڈیٹ کے ساتھ آئے ہیں۔ ہمارا آج کل جتنا health اور education پر focus ہے کبھی نہیں تھا اور اب انشاءاللہ آئندہ بجٹ میں دیکھئے گا کہ ہیلتھ کے لئے کتنا بجٹ منظور کرواتا ہوں۔ یہ آپ کا ایک نیازمند یہاں ایستادہ ہے انشاءاللہ آپ کو اضافہ کرکے دکھانا ہے بجٹ میں۔

دوسری بات یہ ہے کہ عمل کرکے بھی دکھائیں گے۔

Sir, I am not just over here to make you know tall plans. *Insha Allah* we will do act on it. Thank you very much indeed sir.

Mr. Chairman: Thank you. The motion has been talked out.

عبدالحسیب خان صاحب! Motion کے اوپر discussion نہیں ہوتی۔ آپ نے کچھ بات کرنی ہے۔ جی رحمٰن ملک صاحب۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: جناب چیئرمین! میں تھوڑی سی عرض کرنا چاہوں گا۔ جو ہیلتھ منسٹر صاحب نے فرمایا ہے بالکل صحیح ہے لیکن ایک چیز ہمیں ضرور باور کرانی ہے کہ medicines کے لئے جو law ہے that is very weak.

جناب چیئرمین: وہ discuss ہو چکا ہے۔

The House stands adjourned to meet again on Wednesday, 7th April, 2010 at 4.00 p.m.

[The House was then adjourned to meet again on Wednesday, 7th April, 2010 at 4:00 p.m.]